تفصیلی فیصلہ (ناموسِ رسالت ﷺ)

اسلام آباد ہائی کورٹ، اسلام آباد

رِٹ پٹیشن ۷۳۹ سال ۲۰۱۷

سلمان شاہد (درخواست گزار)

بنام

وفاق پاکستان بذریعہ وزارت داخلہ و ۶ دیگر (مسؤل علیہم)

منجانب درخواست گزار:

جناب محمد طارق اسد، حافظ منوّر اقبال، سید اقبال ہاشمی، محمد آصف گجر، چوہدری حفیظ اللہ یعقوب، عمران شفیق، خضر حیات خان، حافظ فرمان اللہ، محمد اصغر اعوان، حسن جاوید، شیخ محمد خضر الرشید، مس کلثوم اختر، انعام الرحیم، محمد وقاص ملک، ملک مظہر جاوید، حافظ آصف علی تنبولی، افتخار احمد بشیر، محمد عزت خان، شیر حمید خان، محمد ارباب عالم عباسی، ریاض حسین اعظم بوپارا، نیاز اللہ خان نیازی، راجہ محمد شکیل عباسی، نعمان منیر پراچہ، شیخ احمد خان، چوہدری اصغر علی، بیرسٹر جہانگیر خان جدون، مس معراج ترین، ماجد رشید خان، راجہ ظہور حسین، فرخ شہزاد، حافظ محمد اصغر، مرزا نبیل طاہر، محمد شاہد کمال خان ڈاکٹر محمد اسلم خاکی، رضا خرم اور صائم الحق ستّی ایڈووکیٹس۔

منجانب وفاق پاکستان:

جناب اشتر اوصاف علی، اٹارنی جنرل پاکستان۔
چوہدری عبدالخالق تھند، اسسٹنٹ اٹارنی جنرل۔
جناب ارشد محمود کیانی، ڈپٹی اٹارنی جنرل۔
میاں عبدالروف، ایڈووکیٹ جنرل، اسلام آباد۔
چوہدری محمد رفاقت علی کھوکھر اور محمد ساجد حسین، اسٹیٹ کونسل۔

منجانب وزارتِ داخلہ:

جناب عارف احمد خان، سیکرٹری اور
رضوان نیک، ایڈیشنل سیکرٹری

منجانب وزارتِ اطلاعات ونشریات:

جناب شاہد محمود کھوکھر ایڈووکیٹ،
شعیب احمد صدیقی سیکرٹری۔

سردار نواز احمد سکھیرا، سیکرٹری اور جناب ناصر جمال، ڈائریکٹر جنرل، آئی اینڈ پی۔

منجانب پیمرا (PEMRA):

جناب علی شاہ گیلانی ایڈووکیٹ۔

منجانب پی ٹی اے:

بیرسٹر مُنور اقبال دوگل ایڈووکیٹ،

سید اسماعیل شاہ چیئرمین۔

علی اصغر ڈائریکٹر جنرل لاء، نعیم اشرف اور محمد خرم صدیق، ڈائریکٹر لاء

منجانب وزارتِ انفارمیشن ٹیکنالوجی:

رضوان بشیر خان سیکرٹری، ناصر ایاز، ڈائیریکٹر لیگل، محمد ایوب ڈپٹی منیجر اور مسز امینہ سہیل ممبر لیگل۔

منجانب اسلام آباد پولیس:

جناب طارق مسعود یاسین آئی جی، ساجد کیانی ایس ایس پی اور اظہر حسین شاہ، ڈی ایس پی، لیگل۔

منجانب ایف آئی اے:

جناب محمد املیش ڈائریکٹر جنرل، ڈاکٹر شفیق الرحمان پروجیکٹ ڈائریکٹر، جناب مظہر اللہ کاکا خیل ڈائریکٹر، یاسین فاروق ایڈیشنل ڈائریکٹر، شوہاب عظیم ڈپٹی ڈائریکٹر سائبر کرائم سیل اور قیصر مسعود ایڈیشنل ڈائریکٹر لاء/ قانونی مشیر، ایف آئی اے ہیڈکوارٹر۔

منجانب آئی ایس آئی:

کرنل ریٹائرڈ فیاض حسین چوہدری آئی ایس آئی۔

تاریخ ہائے سماعت:

07/03/2017 08/03/2017

09/03/2017 13/03/2017

17/03/2017 2017/03/22

2017/03/27 2017/03/31

تاریخ فیصلہ:

31/03/2017

<u>جسٹس شوکت عزیز صدیقی:</u> واقعات مقدمہ اس طرح ہیں کہ سائل سلمان شاہد نے اس آئینی درخواست میں یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ سلمان حیدر، احمد وقاص گورایہ، عاصم سعید، احمد رضا نصیر

اور ثمر عباس نامی اشخاص اور اُن کے دیگر ساتھی فیس بک پر بھینسا، موچی اور روشنی کے نام سے پیجز چلا رہے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ ، اہل بیت، صحابہ کرام ،امہات المومنین (رضوان اللہ علیھم اجمعین)، قرآن مجید اور حتیٰ کہ اللہ رب العزت کی شان میں انتہائی گستاخانہ مواد بصورت خاکے، تصاویر، تحریر، اور ویڈیوز نشر کیا جا رہا ہے۔ سائل نے اپنی آئینی درخواست میں ویڈیوز میں نشر کیے جانے والے گستاخانہ مواد کا اقتباس بطور حوالہ نقل کیا ہے، علاوہ ازیں آئینی درخواست کے ساتھ بھی گستاخانہ مواد منسلک کیا ہے۔ سائل نے اپنی ایک درخواست مورخہ 21-01-2017 کا حوالہ دیتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ اُس نے مسؤل علیہ نمبر 3 ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے اسلام آباد کو مرتکبین گستاخی رسالت ، توہین دین ، توہین اصحاب رسول ، توہین امہات المومنین (رضوان اللہ علیھم اجمعین) اور توہین شعائر اسلام کے خلاف انسدادِ دہشت گردی ایکٹ، 295/C تعزیراتِ پاکستان اور دیگر دفعات کے تحت فوری مقدمہ درج کرنے کی درخواست کی ہے۔ سائلان نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ایف آئی اے نے شروع میں معاملے میں کچھ مستعدی دکھائی لیکن پھر اچانک اس معاملے پر عمل درآمد روک دیا گیا۔ سائل نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ سوشل میڈیا پر ان پیجز کو بلاک نہیں کیا گیا اور اس طرح ریاستی ادارے بالخصوص انتظامیہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام ہیں لہذا عدالت سے استدعا کی گئی کہ :-

"**i**۔ مسؤل علیہ نمبر 2 تا 4 (وزارت اطلاعات، ایف آئی اے اور پی ٹی اے) کو ہدایت کی جائے کہ وہ سوشل میڈیا پر بھینسا، مچھر، موچی اور اسی طرح کے دیگر صفحات اور آئی ڈیز جو کہ گستاخانہ الفاظ، خاکے اور ویڈیوز کے ذریعے توہین رسالت ﷺ ، توہین صحابہ، توہین امہات المؤمنین (رضوان اللہ علیھم اجمعین)، توہین کتاب اللہ قرآن پاک اور حتیٰ کہ اللہ کی ذات کی توہین کے مرتکب ہیں، کو فی الفور بند کریں۔

ii۔ مسؤل علیہ نمبر 1 (حکومت پاکستان) کو ہدایت کی جائے کہ وہ مسؤل علیہ نمبر 3 (یعنی ایف آئی اے) پر اس معاملے کی تفتیش اور تحقیق اور اصلی مجرموں تک رسائی اور اُن کے خلاف فوجداری کارروائی کے معاملہ میں بے جا دخل اندازی اور اس معاملے میں غیر قانونی اثر و رسوخ ڈالنے سے باز و ممنوع رہے۔

iii۔ دیگر جو دادرسی بمطابق قانون ممکن ہو، وہ بھی کی جائے۔"

2۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے روبرو ایک ایسا مقدمہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کی تفصیلات نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ آنکھوں کی اشک باری تو ایک فطری تقاضا تھا، میری روح بھی تڑپ کر رہ گئی۔ اس مقدمے کی سماعت کے دوران اپنے دل و دماغ پر گزرنے والی کیفیت الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ قانون کے طلباء کی نظر میں ایک جج کی ایسی کیفیت کچھ نرالی تصور کی جاتی ہے اور یہ خدشہ رہتا ہے کہ جذبات میں شاید انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے لیکن یہ مقدمہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ذرا مختلف ہے کیونکہ اس مقدمہ میں مجھے کسی فریق کے ذاتی

جھگڑے یا حق کا تصفیہ نہیں کرنا بلکہ عدالت کو اپنے نظرثانی کے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ریاستِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بقاء، سلامتی اور تحفظ کے ضمن میں اپنی آئینی و قانونی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ اس مقدمے کی سماعت کے دوران یہ احساس بھی دامن گیر رہا کہ خود آقائے دوجہاں رسول پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی مجھ سمیت ہر کلمہ گو سے یہ سوال کر رہی ہے کہ جب اللہ رحیم و کریم، میرے اور میرے اہل بیت، برگزیدہ صحابہ کرام اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے **متعلق غلیظ ترین الفاظ، بے ہودہ ترین ویڈیوز، واہیات ترین خاکے اور بدترین پوسٹس** انتہائی ڈھٹائی، دیدہ دلیری اور تواتر کے ساتھ سوشل میڈیا کے توسط سے پھیلائی جارہی ہیں تو تمہیں نیند کیسے آرہی ہے؟ تمہاری سانسوں کی آمد و رفت کا تسلسل کیسے برقرار ہے؟ تمہاری زندگی میں روانی، تمہارے شب و روز میں چین و سکون اور تمہارے معاملات میں توازن کیسے قائم ہے؟ اس مقدمے نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا سوشل میڈیا پر ایسے گھٹیا، شرم و حیا سے عاری اور تمام اخلاقی حدود سے ماوراء پھیلائے گئے تحریری، تصویری اور بصری مواد کی موجودگی میں ہم شافع محشر ﷺ، ساقی کوثر ﷺ، سرور انسانیت ﷺ کو قیامت کے روز کوئی عذر پیش کرنے کے قابل ہوں گے؟ جو مواد میرے سامنے پیش کیا گیا **اُس کو دیکھ کر غلیظ، بے ہودہ اور بے شرم جیسے الفاظ بہت ہی حقیر محسوس ہوتے ہیں، بالعموم ہم عدالتی فیصلے تحریر کرتے وقت ایسے الفاظ سے گریز کی راہ اختیار کرتے ہیں لیکن اس فیصلے کے حالات و واقعات کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ میں اپنے آپ کو صورت حال کی وضاحت کے لیے بادل ناخواستہ ایسے نامطلوب الفاظ کے استعمال پر مجبور پاتا ہوں۔** میرا ضمیر اور قلم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں وہ مواد اس فیصلے میں نقل کروں چونکہ ایسا کرنے سے گستاخانہ مواد کو تحفظ ملنے کا خدشہ اور تاریخ کا حصہ بن جانے کا احتمال ہے۔ لہٰذا اس مقدمے میں بطور استشہاد یا بطور حوالہ اُس مواد کو نقل کرنے سے اجتناب میں ہی حکمت پنہاں ہے۔

3۔ بد قسمتی سے سوشل میڈیا پر اس مواد کو ایک شرم ناک مہم کے ذریعے تواتر کے ساتھ پھیلایا گیا ہے اور سوشل میڈیا سے منسلک افراد جو کہ بلاشبہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں، اس مکروہ فعل سے آگاہ ہیں۔ اس گستاخانہ مواد نے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بجا طور پر اضطراب اور غم و غصہ کی آگ سلگا دی ہے اور ان کی قوت برداشت اور صبر کا پیمانہ چھلکنے کو ہے، اُن کے ایمان و عشق کے جذبات پر ایسی کاری ضرب لگائی گئی ہے کہ ان کا جگر چھلنی اور روح گھائل ہے۔ اُن کے احساسات کو اس بری طرح سے مجروح کیا گیا ہے کہ وہ خود کو بے بسی کے عالم میں ایک مجرم سمجھنے لگے ہیں۔ ایسے نازک حالات میں یہ عدالت ایک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ یہ عدالت اپنی نوجوان نسل کو جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں سوشل میڈیا سے وابستہ ہے، بے بسی، مایوسی، پریشانی، اضطراب اور احساس ندامت کی ایسی بھیانک دلدل میں نہیں دھکیل سکتی جہاں وہ خود کو ایسے نامراد اور بدبخت گستاخان کے خلاف کوئی قانونی اقدام اور کارروائی کرنے سے مایوس پاتے ہوں۔ عدالت خلاء میں سفر کرنے والے کسی سیارے کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسے حکیم کی مانند ہے جو معاشرے کی نبض شناس ہو۔ یہ عدالت پاکستانی عوام کی توقعات اور عزم جو دستور

پاکستان میں ایک عمرانی معاہدہ کی حیثیت سے عیاں ہے ، سے پوری طرح واقف ہے۔ دوران سماعت مقدمہ ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت عالیہ کا ایک جج ہونے کی حیثیت سے یہ فکر بھی میرے دامن گیر رہی کہ اس مقدمے کی سماعت میں کسی قسم کی کوتاہی میرے اُس حلف کو بھی داغ دار نہ کر دے جو میں نے دستورِ پاکستان کے تحت اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کے لیا ہے۔ لہذا اس مقدمے میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ حتی المقدور اُن تمام عوامل کا تدارک اور سد باب کیا جا سکے اور ایسے تمام راستے مسدود کیے جا سکیں جن کے ذریعے چند عاقبت نااندیش، نبیؐ مہربان حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ پر شہرہ آفاق کتاب محسن انسانیتؐ کے مصنف مولانا نعیم صدیقیؒ مرحوم نے ایسے ہی حالات کی بابت اپنی قلبی کیفیت کا اظہار اس انداز میں کیا تھا۔

پرانے ہو گئے بُو جہل و بُو لہب کے طریق
نئے نئے ہیں یہاں فتنہ گر، بس ایک نظر
عدو ہیں چار طرف، لڑ رہا ہوں میں تنہا
بسوئے معرکہء خیر و شر، بس ایک نظر
بس اک اشارہء ابرو کہ ہو جنوں انگیز
جہان عقل ہو زیر و زبر، بس ایک نظر
جو سوز و ساز ملا، اس میں تازہ لہر اُٹھے
ترے نثار، فقط اک نظر، بس ایک نظر

4۔ مورخہ 27-02-2017 کو اس عدالت نے آئینی درخواست کو سماعت کے لیے منظور کیا اور عبوری حکم امتناعی جاری کرتے ہوئے مسؤل علیہان کو طلب کیا۔ مورخہ 2017-07-03 کو مقدمہ کی دوبارہ سماعت ہوئی عدالتی حکم کے تحت سید اسماعیل شاہ چیئرمین پی ٹی اے، طارق مسعود یٰسین آئی جی پولیس اسلام آباد، رضوان بشیر خان سیکرٹری آئی ٹی، ڈاکٹر شفیق الرحمٰن پروجیکٹ ڈائریکٹر این آر 3 سی اور دیگر حاضر عدالت ہوئے، عدالت نے اس امر پر دُکھ کا اظہار کیا کہ سیکرٹری وزارت داخلہ حاضر نہیں ہوئے۔ عدالت کے حکم مورخہ 07-03-2017 کا عکس درج ذیل ہے:

"**i**۔ یہ عدالت پہلے یہ عندیہ دے چکی ہے کہ اگر مجرمان کے خلاف قانونی کاروائی نہ کی گئی جو اپنی مجرمانہ ذہنیت اور شرمناک حرکات کے سبب نبی کریم ﷺ، صحابہ اکرام، اہل بیت، ازواج مطہرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین)، قرآن مجید اور حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی

ذات کی بے حرمتی کے مسلسل مرتکب ہو رہے ہیں، جس سے ملک میں امن و امان کا شدید مسئلہ جنم لے سکتا ہے جو کہ ملکی معاملات کو خراب کر سکتا ہے۔

ii۔ آئی جی اسلام آباد جو حاضر عدالت ہیں، نے یہ کہا ہے کہ عدالت اس مسئلے پر جو بھی حکم دے گی وہ بمطابق قانون کاروائی کے لیے تیار ہیں۔

iii۔ یہ مسئلہ انتہائی توجہ کا حامل ہے، بصورتِ دیگر پیروان مصطفیٰ ﷺ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو سکتا ہے۔

معاملے کی نزاکت، اہمیت اور سنجیدگی اس بات کی متقاضی ہے کہ چوہدری نثار علی خاں وزیر داخلہ پاکستان کل یعنی مورخہ 2017-03-08 بذاتِ خود عدالت میں پیش ہوں جن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں اس شر کے جڑ سے خاتمے کے لیے اقدامات کریں گے، چاہے اس کے لیے سارے سوشل میڈیا کو بند ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

مورخہ 2017-03-08 کو مقدمہ کی دوبارہ سماعت ہوئی عدالت کو یہ بتایا گیا کہ وزیر داخلہ اپنی جراحت (آپریشن) کی وجہ سے حاضر عدالت ہونے سے قاصر ہیں تاہم سیکرٹری داخلہ موجود ہیں۔ بعد از سماعت حسب ذیل حکم جاری کیا گیا:

" 2۔ عدالت نے درخواست سے منسلک تمام مواد عدالت میں موجود سرکاری افسران کو ملاحظہ کے لیے چیمبر میں فراہم کیا، مواد کا جائزہ لینے پر افسران نہ صرف محوِ حیرت، بلکہ کرب واضطراب کی کیفیت میں پائے گئے۔ سیکرٹری داخلہ نے دوٹوک الفاظ میں بیان کیا کہ ذات باری تعالیٰ، قرآن مجید اور دنیا کی معزز ترین ہستی حضرت محمد ﷺ، آپؐ کے صحابہؓ، اہل بیت اور ازواج مطہرات (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کے خلاف گھٹیا اور شرم ناک مہم چلانے والے مجرموں کے خلاف سخت قانونی کاروائی کی جائے گی۔ انہوں نے عدالت کو یقین دہانی کرائی کہ پوری سرکاری مشینری کو اس شر انگیزی کو روکنے اور اس کے خاتمے کے لیے حرکت میں لایا جائے گا اور ذمہ دار افراد کے خلاف متعلقہ دفعات کے تحت فوجداری مقدمات دائر کیے جائیں گے۔"

عدالت نے مزید یہ حکم دیا کہ مجرموں کے نام ای سی ایل میں ڈالے جائیں اور انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کی روشنی میں ایک جوائینٹ انویسٹی گیشن ٹیم تشکیل دی جائے اور چیئرمین پی ٹی اے کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ بھی اپنی جانب سے کیے گئے اقدامات کی رپورٹ پیش عدالت کرے۔

مورخہ 2017-03-09 کو مقدمے کی سماعت کے دوران سیکرٹری داخلہ نے عدالت کو بتایا کہ وہ اس پوری کاروائی کی بذات خود نگرانی کر رہے ہیں، وہ اس امر کو بھی یقینی بنا رہے ہیں کہ مجرموں کی

گرفتاری، گستاخانہ پیجز کی بندش اور اس بُری مہم کے مکمل خاتمے کے عمل کی سرپرستی کریں گے۔ اس موقع پر عدالت نے معاملے کی نزاکت کے پیش نظر یہ حکم دیا کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ملک کے وزیر اعظم کو بطور سربراہ حکومت اس مواد سے مکمل اگاہ کیا جاتا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تاحال یہ مواد وزیر اعظم کو نہیں پہنچا حالانکہ اس سنگین مواد کی وجہ سے پوری قوم کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں اور قوم انتظامیہ کے عملی جمود کے باعث خود کو بے یار و مددگار پاتی ہے۔

مورخہ 13-03-2017 کو عدالتی کارروائی اور اس بابت احکامات کو اُس روز کے حسب ذیل عدالتی حکم میں درج کیا گیا ہے:۔

سیکرٹری وزارتِ داخلہ نے بیان دیا ہے کہ تمام حکومتی مشینری حرکت میں آچکی ہے اور مسئلے کی سنگینی کو اعلیٰ سطح پر محسوس کیا گیا ہے اور ضروری ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ تمام انٹیلی جنس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرموں، اُن کے سہولت کاروں اور پشتی بانوں کی تلاش کے لیے تفتیش اور تحقیق شروع کر چکے ہیں۔ ایڈیشنل ڈی جی ایف آئی اے نے بھی اپنی رپورٹ پیش کی جس میں انکوائری کی پیش رفت بیان کی گئی ہے۔ ایک سرکاری خط جو کہ سیکرٹری وزارت اطلاعات و نشریات اور قومی ورثہ کی جانب سے پرنسپل انفارمیشن آفیسر، چیئرمین پیمرا، ڈی جی پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن، ایم ڈی پی ٹی وی اور عدالتِ ہذا کے رجسٹرار کو ارسال کیا گیا ہے، کی کاپی ریکارڈ پر لائی گئی ہے جس کی رو سے یہ ہدایات جاری کی گئیں:

موضوع: اخلاقیات، شائستگی اور اخلاقی ضابطہ کار

میں آج ہنگامی طلبی پر اسلام آباد ہائی کورٹ میں پیش ہوا۔ معزز جج صاحب نے اشتہارات، اشاعت اور نشریات کی بابت درج ذیل اقدامات کو یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے:

i۔ اشتہارات، اشاعت اور نشریات کو معاشرتی اخلاقیات، شائستگی اور اخلاقی ضابطہ کا پابند رکھا جائے۔

ii۔ متعلقہ اداروں کے سربراہان ایسے حساس مسائل پر ذاتی دلچسپی لیں تاکہ معاشرے کی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا تحفظ ہو سکے۔

iii۔ کسی قسم کے تضاد کو قانون کے مطابق موئثر انداز میں حل کیا جائے۔

ہائی کورٹ کی ہدایات، مسئلے کی اہمیت اور قومی مفادات کے تناظر میں میرے دستخطوں کے ساتھ یہ ہدایات جاری کی جارہی ہیں۔ آپ کو ہدایات کی جارہی ہیں کہ ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں

(شعیب احمد صدیقی)

سیکرٹری

سیکرٹری وزارت اطلاعات و انفارمیشن ٹیکنالوجی نے اعلیٰ حکام اور ماہرین کی میٹنگ کی رپورٹ پیش کی۔ چیئرمین پی ٹی اے نے بتایا کہ بڑی تعداد میں توہین آمیز صفحات کو بند کیا جا چکا ہے اور ہر ممکن کوشش، بشمول اس کے کہ سوشل میڈیا کے مختلف حصوں کو منظم کیا جائے، کی تجویز روبہ عمل میں لائی جارہی ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ معاملے کی نزاکت کا اندازہ ہے لہذا مزید مثبت نتائج مختصر وقت میں حاصل کر لیے جائیں گے۔

آئی جی اسلام آباد سے جب استفسار کیا گیا کہ جنوری 2017 سے دائر شدہ درخواست برائے اندراج مقدمہ پر تا حال کاروائی کیوں نہیں ہوئی تو انہوں نے درخواست کی وصولی کی تصدیق کرتے ہوئے عمل نہ کر سکنے کی وجوہات بیان کرنے کیلئے مہلت کی استدعا کی۔

میری دانست میں یہ مناسب وقت ہے کہ پاکستان کے عوام کو آگاہ کیا جائے اور پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے متعلقین کی توجہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی دفعہ 19 کی جانب مبذول کرائی جائے جس کی رو سے تقریر وغیرہ کی آزادی کے حق کی ضمانت دی گئی ہے تاہم اس حق پر چند حدود اور قیود بھی عائد کی گئی ہیں۔ آسانی کے لیے دفعہ 19 درج ذیل ہے۔

"دفعہ 19

تقریر وغیرہ کی آزادی: اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت، سلامتی دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت، کسی جرم (کے ارتکاب) یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق ہوگا اور پریس کی آزادی ہوگی"

جو کوئی بھی ان پابندیوں کو پامال کرتا ہے وہ دستور کی بے حرمتی کا مرتکب ہوتا ہے اور قانون کے مطابق تادیبی کارروائی کا مستحق ہے۔ اس معاملے کے تناظر میں سیکرٹری اطلاعات، نشریات کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے دستور کی دفعہ 19، اس کی عائد کردہ حدود اور اس کی خلاف ورزی کے قانونی اثرات و نتائج سے آگاہی کی ایک مہم چلائیں۔ اس بابت اشتہار میں یہ بات باور کرائی جائے کہ دستور اور قانون کی تشریح کا حق ملک کی اعلیٰ عدلیہ کو اور دستور میں ترمیم کا حق صرف مجلس شوریٰ کو حاصل ہے۔

عدالت کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ڈی جی ایف آئی اے واپس آ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ ڈی جی ایف آئی اے کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ایف آئی اے کے زیر التواء انکوائری کی بذات خود نگرانی کریں اور قانون کے مطابق مقاصد کے حصول کے لیے اقدامات کریں۔ ڈی جی ایف آئی اے یہ رپورٹ بھی پیش کریں کہ مبینہ بلاگرز، جو کہ پہلے لاپتہ ہوئے پھر چند دن بعد منظر عام پر آئے، کہ وہ کس سرگرمی میں ملوث تھے اور وہ کیسے پاکستان چھوڑنے میں کامیاب ہوئے؟

مقدمہ کی سماعت 17-03-2017 تک ملتوی کی جاتی ہے اُس روز سیکرٹری اطلاعات عمل درآمد کی رپورٹ اور مہم سے متعلقہ مواد سے عدالت کو آگاہ کریں۔

حکم کی تعمیل میں درج ذیل اشتہارات شائع ہوئے۔

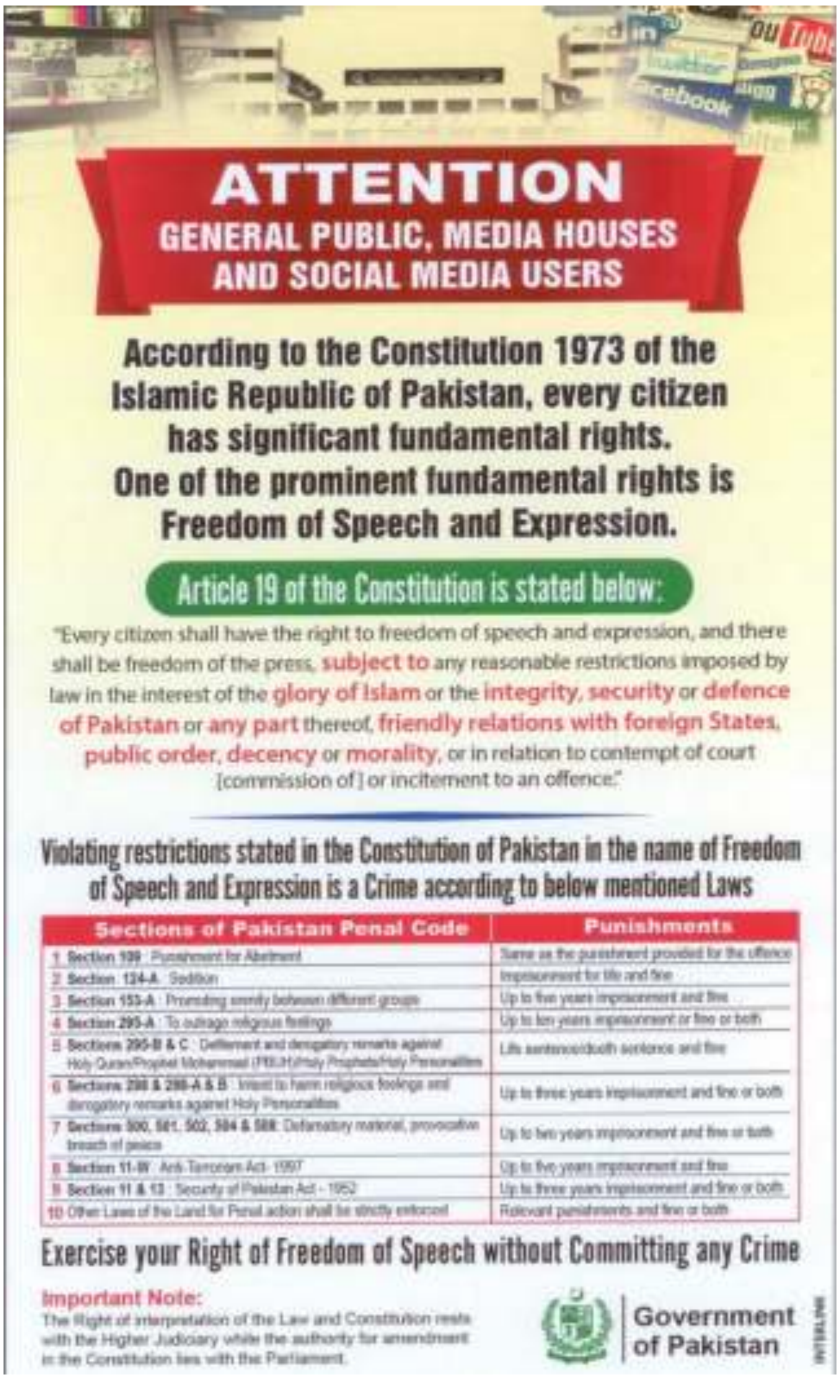

ATTENTION
GENERAL PUBLIC, MEDIA HOUSES AND SOCIAL MEDIA USERS

According to the Constitution 1973 of the Islamic Republic of Pakistan, every citizen has significant fundamental rights. One of the prominent fundamental rights is Freedom of Speech and Expression.

Article 19 of the Constitution is stated below:

"Every citizen shall have the right to freedom of speech and expression, and there shall be freedom of the press, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the glory of Islam or the integrity, security or defence of Pakistan or any part thereof, friendly relations with foreign States, public order, decency or morality, or in relation to contempt of court [commission of] or incitement to an offence."

Violating restrictions stated in the Constitution of Pakistan in the name of Freedom of Speech and Expression is a Crime according to below mentioned Laws

Sections of Pakistan Penal Code	Punishments
1 Section 109 : Punishment for Abetment	Same as the punishment provided for the offence
2 Section 124-A : Sedition	Imprisonment for life and fine
3 Section 153-A : Promoting enmity between different groups	Up to five years imprisonment and fine
4 Section 295-A : To outrage religious feelings	Up to ten years imprisonment or fine or both
5 Sections 295-B & C : Defilement and derogatory remarks against Holy Quran/Prophet Mohammad (PBUH)/Holy Prophets/Holy Personalities	Life sentence/death sentence and fine
6 Sections 298 & 298-A & B : Intent to harm religious feelings and derogatory remarks against Holy Personalities	Up to three years imprisonment and fine or both
7 Sections 500, 501, 502, 504 & 505 : Defamatory material, provocative breach of peace	Up to two years imprisonment and fine or both
8 Section 11-W : Anti-Terrorism Act- 1997	Up to five years imprisonment and fine
9 Section 11 & 13 : Security of Pakistan Act - 1952	Up to three years imprisonment and fine or both
10 Other Laws of the Land for Penal action shall be strictly enforced	Relevant punishments and fine or both

Exercise your Right of Freedom of Speech without Committing any Crime

Important Note:
The Right of interpretation of the Law and Constitution rests with the Higher Judiciary while the authority for amendment in the Constitution lies with the Parliament.

Government of Pakistan

مورخہ 17-03-2017 کو عدالت نے ایف آئی اے کی رپورٹ پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور ڈی جی ایف آئی اے کو بہتر کارکردگی کے ساتھ مسئلے پر سرعت کے ساتھ کارروائی کا حکم دیا۔ عدالت نے یہ ہدایت بھی کی کہ ایف آئی اے اُن این جی اوز کے بارے میں بھی تحقیقات کرے جو پاکستان میں گستاخانہ مواد کو پھیلانے، فحش نگاری کو ترویج دینے، اور نظریہ پاکستان اور سالمیت پاکستان کے خلاف کام کرنے میں مصروف ہیں۔ عدالت نے یہ بھی نوٹس لیا کہ برقی جرائم کے انسداد کے قانون 2016 میں توہین رسالت اور فحش نگاری جیسے اہم امور کا ذکر نہیں کیا گیا۔ عدالت نے توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال کی روک تھام پر مناسب جائزہ کے لئے اٹارنی جنرل آف پاکستان کو طلب کیا۔

مورخہ 22-03-2017 کو سیکرٹری داخلہ نے عدالت کو پیش رفت سے آگاہ کیا اس موقع پر تمام افسران اور حکومتی وکلاء نے متفقہ طور پر اس امر کا اعادہ کیا کہ **نبی آخر الزماں ﷺ ، اہل بیت، صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین پاکستان کی نظریاتی حدود کی بنیاد ہیں اور اس بابت خلاف ورزی کی کوئی جسارت بھی پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کے لیے خطرہ ہے۔** انہوں نے مزید کہا کہ آئینی درخواستوں میں اُٹھایا گیا مسئلہ پاکستان کی یکجہتی، سالمیت اور دفاع سے براہ راست متعلق ہے لہذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ وقت کی پکار پر اُٹھیں تا کہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت ہو۔ ملک کے اعلیٰ سرکاری عہدیداران کی جانب سے اس عزم کا اظہار خوش آئند ہے۔ عدالت کو بتایا گیا کہ ملزمان کے خلاف مقدمہ علت نمبر 2017/7 مورخہ 19-03-2017 کا اندراج کر دیا گیا ہے اور جے آئی ٹی تشکیل کے مراحل میں ہے۔ حساس ادارے کے افسر نے **عدالت کو بتایا کہ اُنکے ادارے کو یہ استعداد کار حاصل ہے کہ وہ ایسے پیجز کو بند کر سکیں اور مجرموں تک رسائی کے لیے مدد فراہم کر سکیں۔** چونکہ اٹارنی جنرل عمرہ کی ادائیگی کے لیے گئے ہیں لہذا مقدمہ کی کاروائی 27-03-2017 تک ملتوی کی جائے۔

مورخہ 27-03-2017 کو عدالت نے جب اس مقدمہ کی سماعت شروع کی تو سیکرٹری داخلہ نے عدالت کو سابقہ تاریخ پیشی کے بعد سے ہونے والی پیش رفت سے آگاہ کیا۔ اس روز کی عدالتی کاروائی/حکم درج ذیل ہے:

"**i**۔ کاروائی کے آغاز پر ہی، سیکرٹری داخلہ عارف احمد خان نے عدالت کو سابقہ پیشی مورخہ 22-03-2017 سے اب تک ہونے والی پیش رفت سے آگاہ کرتے ہوئے عدالت کو بتایا کہ مختلف اسلامی ممالک کے سفیروں کے ساتھ ایک اجلاس، جس کی صدارت وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے کی، جس میں اس مسئلہ کو **بین الاقوامی اداروں میں اجاگر کرنے کے لیے ایک حکمت عملی وضع کی گئی ہے۔** انہوں نے یہ بھی بتایا کہ گورنمنٹ کی تمام مشینری حرکت میں لائی گئی ہے اور تمام متعلقین کو اس مقصد اور نصب العین کے ساتھ اعتماد میں لیا گیا ہے کہ **توہین/گستاخی کے سوشل میڈیا پر پھیلاؤ کے مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جائے۔** انہوں نے ایک جوابی خط کی کاپی بھی عدالت میں پیش کی جو **نائب صدر، گلوبل پبلک پالیسی، فیس بک** نے وزیر داخلہ چوہدری نثار احمد خان کو ارسال کیا ہے۔

ii۔ ڈائریکٹر جنرل (آئی پی اینڈ ڈبلیو اے)، پی ٹی اے نے بھی عدالت میں ایک رپورٹ پیش کی ہے جس میں پی ٹی اے کی کوششوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ڈائریکٹر ایف آئی اے نے بیان کیا کہ مقدمہ علت نمبر 2007/7 کی تفتیش کے دوران کچھ افراد کو حراست میں لیا گیا ہے جن کے خلاف مضبوط شہادت موجود ہے۔ **یہ اس عدالت**

کا کام نہیں ہے کہ وہ تفتیش کی نگرانی کرے۔ یہ تحقیقاتی ادارے کا کام ہے کہ وہ قانون کے مطابق سلوک کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے شفافیت اور میرٹ پر حتمی رائے قائم کریں۔ ادارے کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثبوت اکٹھے کرے اور تفتیش کو قانون کے مطابق مکمل کرے۔ عدالت کو اس تفتیش کی بابت رپورٹ سے کوئی دلچسپی ہے نہ ہی عدالت میں ان ملزموں کے خلاف تحقیقات کی رپورٹ جمع کروائی جائے۔

iii۔ البتہ، تاحال حکم مورخہ 13-03-2017 اور 17-03-2017 کی تعمیل میں مبینہ بلا گرز کے حوالے سے، جو پہلے لاپتہ ہوئے، بعد میں نمودار ہوئے اور پھر ملک سے چلے گئے، کوئی رپورٹ نہیں دی گئی اور نہ ہی اس حکم کے پیرا نمبر 4 کے مطابق NGO's کے حوالے سے کوئی رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ رپورٹ اگلی تاریخ یا اس سے پہلے داخل کی جائے۔

مزید براں عدالت نے قرار دیا کہ **وزارت انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی محض ایک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے کے بجائے موثر کارکردگی کا مظاہرہ کرے** اور مقدمہ کو مورخہ 31-03-2017 کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

5۔ مورخہ 31-03-2017 کو اس **مقدمہ کی آخری سماعت ہوئی اور عدالت نے ایک مختصر فیصلہ سنایا۔** جو کہ حسب ذیل ہے:

I۔ "فاضل اٹارنی جنرل نے جناب وزیر اعظم پاکستان کو بھجوائی گئی سمری مع ڈائریکٹر لیگل، وزارت انفارمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی اینڈ ٹیلی کام ڈویژن) کی جانب سے سیکرٹری، وزارت داخلہ اسلام آباد کو ارسال کیئے گئے خط مورخہ 30-03-2017 کی کاپی عدالت میں پیش کی جس کی رو سے یہ استدعا کی گئی کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے باب 15 میں درج جرائم کو ایف آئی اے ایکٹ 1974ء کے شیڈول میں شامل کیا جائے۔ ڈائریکٹر ایف آئی اے اسلام آباد نے بھی اپنی رپورٹ پیش کی"۔

II۔ تفصیلی وجوہ کو مؤخر رکھتے ہوئے عدالت اس آئینی درخواست کا فیصلہ درج ذیل احکامات کے ساتھ کر رہی ہے۔

i. فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی اس مقدمہ کی تفتیش بمطابق قانون بالکل میرٹ پر کرے۔ معاملہ کی حساسیت اس امر کی متقاضی ہے کہ کسی نئی شکایت /

درخواست کی صورت میں اس کا ابتدائی انکوائری کے لیے اندراج کیا جائے اور قانون کے مطابق کارروائی کو آگے بڑھایا جائے۔

ii. پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) ایک جامع اور مربوط تفصیلی ضابطہ کار وضع کرے جس کے تحت گستاخانہ صفحات/ویب سائٹس کی نشاندہی ہو سکے، اور بلاتاخیر ضروری اقدامات کئے جاسکیں۔ چیئرمین پی ٹی اے کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ایک سائنسی طریقہ کار وضع کریں جس کے تحت عامتہ الناس کو گستاخی رسولؐ اور فحش مواد کے سنگین فوجداری نتائج سے آگاہ کیا جاسکے۔

iii. سیکرٹری وزارت داخلہ متعلقہ محکموں اور افراد کے تعاون سے ایک پینل / کمیٹی تشکیل دیں جو سوشل میڈیا سے گستاخانہ مواد کے خاتمے کے لیے ایک جامع مہم چلائے اور ایسے افراد کی نشاندہی کرے جو ایسے قبیح جرائم میں ملوث ہیں اور ایسے افراد کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جاسکے۔

iv. چونکہ اٹارنی جنرل نے گستاخی رسول ﷺ وغیرہ اور فحش مواد کی تشہیر جیسے جرائم کو انسدادِ برقی جرائم ایکٹ 2016ء اور دوسروں پر گستاخی کے جھوٹے الزام عائد کرنے کے مرتکب افراد کے حوالے سے قانون سازی کی بابت اقدامات شروع کر دیئے ہیں لہذا یہ توقع کی جاتی ہے کہ متعلقہ عہدیدار معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس حکم یعنی 31-03-2017 سے ایک ماہ کے اندر ضروری اقدامات کریں گے۔

v. جہاں تک ان پانچ بلاگرز کا تعلق ہے، جو پاکستان سے جاچکے ہیں، تو اس معاملے میں ایف ائی اے کو ہدایت کی جاتی ہے کہ قانون کے مطابق پیش رفت کرے اور اگر کوئی قابل گرفت شہادت میسر ہے تو ان بلاگرز کو واپس لایا جائے تاکہ ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی ہو سکے لیکن اس معاملے میں قانون کے مطابق سلوک کے اصول کو مد نظر رکھا جائے۔

vi. وزارت داخلہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ملک میں کام کرنے والی ایسی NGO's کی بھی نشاندہی کریں، جو ملک میں گستاخانہ مواد اور فحش مواد کی اشاعت و تشہیر کے ایجنڈا پر گامزن ہیں، بلاشبہ ایسی این جی اوز بیرون اور اندرون ملک سے مالی امداد کے ذریعے کام کر رہی ہیں، تاکہ ایسی این جی اوز کے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکے۔"

درج بالا مختصر فیصلہ کی تفصیلی وجوہات زیرِ نظر پیش ہیں۔

6۔ یہ امر انتہائی لائق تشویش ہے کہ مُلکِ خداداد میں بیرونی امداد سے چلنے والی NGO's اور نام نہاد دانشور انتہائی مکروہ فعل کو ایک منظم سازش کے تحت اسلام دشمن ایجنڈا پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نبی محترم حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ و منزّہ شخصیت پر بے ہودہ، شرمناک اور گھٹیا الزامات لگا کر اُن کے مقام کو کم کرنے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں اور دوسری جانب

Saint Valentine جیسے بدنام اور فحاشی کی علامت کو نوجوان نسل کا ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے افسوس کہ ریاستی ادارے اور میڈیا بھی اس بھیانک عمل کا حصہ بن چکے ہیں، گستاخی رسول ﷺ میں تمام حدیں پھلانگ جانے والوں اور انکی عظمت و توقیر کو تار تار کرنیکی کوشش کرنے والوں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کا مطالبہ نحیف جبکہ کسی رد عمل کا شکار ہو جانے والے کیلئے موم بتیوں کو روشن اور پھولوں کو بکھیر کر میڈیا پر ظلم کا عنوان بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ عدالت کسی بھی غیر قانونی فعل اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتی۔ لیکن ایسے واقعات اُسی صورت رُک سکتے ہیں جب گستاخی رسول ﷺ کے مرتکب عناصر کے خلاف بروقت اور دیانتدارانہ کارروائی ہو۔ ایسے مکروہ فعل کے خلاف پوری پاکستانی قوم مدعی ہوتی ہے اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار۔ پاکستانی قوم کا نبی محترم ﷺ کی محبّت، اُن سے عشق اور تمام رشتوں سے اعلیٰ اور بلند مُقام دینا ایمان کی بنیاد ہے جس پر نہ کوئی مصلحت کام آتی ہے اور نہ ہی کوئی دلیل کارگر ثابت ہوتی ہے۔ یہ وہ پُر کیف لذت ہے جس پر کوئی کلمہ گو سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔

شوشل میڈیا پر مقدس ہستیوں کی تضحیک و ہرزہ سرائی کے مسئلہ کو پاکستان کے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا بالخصوص اخبارات اور ملک کے ممتاز کالم نگاروں، صحافیوں نے بھرپور انداز میں اجاگر کرتے ہوئے نہ صرف اپنی آواز بلند کی بلکہ قوم کے جذبات کی عکاسی کی۔ اس عدالت میں مقدمہ کی کارروائی کے دوران بھی اہل علم اور دانشور حضرات نے اپنے اپنے طور پر مسئلہ کی سنگینی سے ارباب اختیار واقتدار کو متنبہ کرنے کی کوشش کی۔ الیکٹرانک میڈیا میں بھی اس مسئلہ کو شدت کے ساتھ موضوع بحث بنایا گیا اور تقریباً ہر نشریاتی ادارے نے اس موضوع پر علماء، دانشوروں، مفکرین، سیاستدانوں اور مختلف طبقوں کے معززین اور بااثر شخصیات کے احساسات، آرا اور افکار کو مختلف پروگراموں کے ذریعے نشر کیا۔ یہ تمام عمل بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ **یہ مسئلہ نہ صرف مفاد عامہ سے متعلق ہے بلکہ ملک کا ہر مسلمان شہری سوشل میڈیا پر مذموم گستاخانہ مہم پر دل گرفتہ ہے۔**

اس دوران صرف چند دنوں میں مختلف اخبارات، رسائل اور جرائد میں تخریب اور شر انگیزی کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا جس کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ تاہم بطور حوالہ چند اقتباسات نقل کرنے ضروری ہیں تاکہ معروضی حالات و واقعات سے بھی مفاد عامہ کا پہلو اجاگر ہو سکے۔ **روزنامہ جنگ** نے اپنے **"اداریے"** میں سوشل میڈیا پر ہرزہ سرائی پر متنبہ کرتے ہوئے لکھا:

" اظہار رائے کی آزادی کے نام پر مغرب کے جو حلقے مسلمانوں کی مقدس مذہبی شخصیات کی شان میں گستاخیوں کے ارتکاب کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے مؤقف کے بودے پن کو ظاہر کرنے کے لیے پوپ فرانسس کے یہ الفاظ کافی ہیں کہ اگر تم کسی کی ماں کو گالی دو تو جواباً اپنے منہ پر تھپڑ کھانے کو تیار ہو جاؤ۔ تاہم مسلمانوں کو دل آزاری اور

شر پسندی کے مذموم کھیل کے پیچھے چھپے اصل مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے رد عمل کے اظہار کے طریقوں کا تعین کرنا چاہیے۔اس اشتعال انگیزی کا مقصد مسلمان عوام کو پُر تشدد احتجاج پر اکسانا ہوتا ہے تاکہ اسلام کو دہشت گردی کا علم بردار قرار دے کر بدنام کیا جائے۔"(جنگ،26مارچ،2017)

'نوائے وقت' نے اپنے **"اداریے"** بعنوان **"سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد پھیلانے والوں کو نشان عبرت بنایا جائے"** میں حکومت اور اپوزیشن دونوں کو متوجہ کرتے ہوئے نہ صرف سخت تادیبی کاروائی کا مطالبہ کیا ہے بلکہ سوشل میڈیا کی مانیٹرنگ کے نظام کو وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھا:

"پاکستان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر قائم ہوا،انبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ ، صحابہ کرام اور اولیاء کرام اور اہل بیت(رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا احترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور اس کی پاسداری حکومت اور اپوزیشن دونوں کی ذمہ داری ہے۔بدقسمتی ہے کہ نام نہاد ترقی پسند اور لبرل ہونے کے دعویداروں نے اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں اسلام اور قابل احترام مذہبی ہستیوں اور سیاسی جماعتوں کے اکابرین کے تمسخر کو اپنا مشن بنالیا ہے اور سوشل میڈیا پر ان کے خلاف توہین آمیز کلمات اور مواد سے مسلمانوں کے جذبات بھڑکا کر معاشرے میں نفرت کا زہر پھیلا رہے ہیں۔یہ اسلام اور پاکستان کے خلاف سازش کے مترادف ہے۔آزادی اظہار کے نام پر مقدس ہستیوں کی تضحیک کرنے والوں کی سرگرمیاں ناقابل برداشت ہیں۔حکومت کو اس کے خلاف سخت تادیبی اقدام اٹھانا چاہیے۔اب تک اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہ ہونا افسوس ناک ہے۔وزارت داخلہ کو سوشل میڈیا کی مانیٹرنگ کے نظام کو مؤثر و فعال بنا کر آپریشن ردالفساد کے ذریعے گستاخی کے مرتکب افراد اور ان کے سہولت کاروں کو نکیل ڈالنا چاہیے تاکہ سوشل میڈیا پر جاری اس شرمناک مہم کو لگام دی جائے۔"(نوائے وقت:29اپریل، 2017)

سوشل میڈیا پر گستاخانہ مہم کو فتنہ انگیزی، شر انگیزی اور اشتعال انگیزی کی شرمناک کارروائی قرار دیتے ہوئے جناب انصار عباسی(معروف صحافی/کالم نگار/تجزیہ نگار) لکھتے ہیں :

"یہ قانون تو ریاست کو گستاخی کے الزام پر کارروائی کی ہدایت دیتا ہے۔جو کچھ حال ہی میں عدلیہ، پارلیمنٹ اور حکومت نے سوشل میڈیا پر سے گستاخانہ مواد کو ہٹانے کے لیے کیا وہ انتہائی قابل تعریف اقدام ہے اور اس کا مقصد ایک ایسے فتنہ

پر قابو پانا ہے جو کسی بھی اسلامی معاشرے میں اشتعال انگیزی، نفرت اور غم و غصہ کا باعث بنتا ہے ۔ کسی ایک واقعہ کا بہانہ بنا کر کوئی اگر یہ چاہے کہ blasphemy-law کو ہی ختم کر دیا جائے یا کوئی آزادیٔ رائے کے مغربی معیارات کو یہاں لاگو کیا جائے تو ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس سے فتنہ بڑھے گا۔"[1]

حکومت اور اربابِ اقتدار کو گستاخانہ مواد کی تشہیر سے روکنے اور مرتکبین کو قرار واقعی سزا دلوانے کے لیے مزید لکھتے ہیں :

"اسی طرح سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کی تشہیر کو روکا جائے اور ایسا کرنے والوں کو سزائیں دی جائیں۔اس کے ساتھ ساتھ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے دوسروں پر توہین مذہب کے جھوٹے الزامات لگانے والوں سے بھی سختی سے نپٹا جائے ، انہیں سزائیں دی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے مواد (جھوٹے الزامات) کو بھی سوشل میڈیا پر بلاک کیا جائے اور میڈیا پر اس کی تشہیر کو سختی سے روکا جائے۔ ہمیں نوجوانوں اور بچوں کو یہ تعلیم بھی دینی چاہیے کہ وہ نہ صرف ہر صورت میں اپنے دین اور مقدس ہستیوں کا احترام کریں بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے مذاہب کو بھی بُرا مت کہیں۔"[2]

اپنے ایک اور کالم میں جناب **انصار عباسی** میڈیا پر شر انگیزی کی روک تھام کے لیے میڈیا کو ریگولیٹ کرنے اور اسے ایک ضابطہ کار کا پابند بنانے کی ضرورت کا اعادہ کرتے ہوئے تجاویز اور مطالبات پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں :۔

"اگر میڈیا اور سوشل میڈیا کو فتنہ بازی، شر انگیزی سے روکنا ہے تو پھر اس کے لیے ان ذرائع ابلاغ کو ریگولیٹ کرنے کے لیے ریاست کو ضروری اقدامات کرنے ہوں گے جس کا ساتھ ہم سب کو دینا ہوگا۔ ایک مربوط لائحہ عمل کے تحت سختی سے توہین مذہب سے متعلقہ ہر قسم کے مواد کو روکنا ہو گا کیوں کہ گستاخانہ مواد فتنہ اور شر کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اسی طرح توہین مذہب کے جھوٹے الزامات کے لیے بھی میڈیا اور سوشل میڈیا کو استعمال سے سختی سے روکا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسا مواد جو ہمارے بچوں کو دہشتگردوں کی طرف راغب کرے یا اُن کے اخلاق ، کردار کو تباہ

---

[1] انصار عباسی (معروف صحافی/کالم نگار/تجزیہ نگار)، مورخہ ۱۷ اپریل ۲۰۱۷، روزنامہ جنگ

[2] انصار عباسی، مورخہ ۱۷ اپریل ۲۰۱۷، روزنامہ جنگ

کرے اور انہیں فحاشی و عریانیت کے راستے پر چلانے کا ذریعہ بنے تو اُسے بھی میڈیا اور سوشل میڈیا پر روکا جانا چاہیے۔"[1]

سوشل میڈیا کے مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد گستاخانہ مواد پر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے معروف کالم نگار محترم جاوید چوہدری لکھتے ہیں :

"دنیا میں ہر چیز کے اچھے پہلو بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی، سوشل میڈیا میں بھی درجن بھر خرابیاں موجود ہیں ان سب خرابیوں میں بڑی خرابی سنسر شپ کی کمی ہے۔ آپ سوشل میڈیا کے کسی بھی پیج پر کوئی بھی مواد چڑھا سکتے ہیں، دنیا کا کوئی شخص آپ کو روک نہیں سکتا۔ یہ خرابی خوفناک ہے اور اسلامی دنیا اس وقت اس خرابی کا بڑا ہدف ہے، دنیا کے چند منافق مسلمان، چند عاقبت نااندیش پاکستانی، چند شر پسند غیر مسلم اور چند ننگ افلاس قادیانی اس خرابی کا فائدہ اُٹھا رہے ہیں، یہ سوشل میڈیا پر روزانہ گستاخانہ مواد چڑھا دیتے ہیں جو ہم مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ پاکستان میں ایسے 70 گستاخ ہیں، ایف آئی اے نے گیارہ لوگوں کا ایک ایسا گروپ بھی پکڑا جو مسلسل یہ مکروہ حرکت کر رہا تھا، یہ لوگ پاکستان سمیت پوری دنیا میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔"[2]

پاکستان کے کروڑوں لوگوں کی بے بسی کی کیفیت کے بارے میں **جناب اوریا مقبول جان** رقمطراز ہوئے کہ :۔

"پاکستان کی عدلیہ میں اس فقرے کی گونج (آبروئے ما زنام مصطفی است) اس مملکت خداداد میں بسنے والے ان کروڑوں لوگوں کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے جو گزشتہ ایک دہائی سے بھی زیادہ عرصے سے روز اپنی بے بسی پر ماتم کرتے ہیں، خون کے آنسو روتے تھے، ایسا تو دنیائے اسلام کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا کہ ہر روز ایک گروہ جو خود کو سیکولر اور لبرل کہتا ہو وہ فیس بک، ٹوئٹر اور ویب سائٹس پر روزانہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی توہین کرے، سید الانبیاء ﷺ کی توہین کرے، سید الانبیاء ﷺ کی شان میں گستاخانہ جملے لکھے، کارٹون بنائے، اہل بیتِ اطہارؓ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرے اور کوئی ان کا گریبان نہ تھامے، انہیں روکنے کی کوشش نہ کرے، ان پر نفرت انگیزی جیسے نرم قانون کے تحت بھی مقدمہ درج نہ ہو۔ سب سے زیادہ پریشان وہ لوگ تھے جو دن رات سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی دنیا میں ان بدبختوں کا مقابلہ کرتے تھے۔"[3]

---

[1] انصار عباسی، مورخہ ۲۰ اپریل ۲۰۱۷ روزنامہ جنگ، کیا میڈیا کچھ چھپا رہا ہے؟؟

[2] جاوید چوہدری، محمدیؐ طریقہ، مورخہ ۲۹ اپریل ۲۰۱۷، روزنامہ ایکسپریس

[3] اوریا مقبول جان، آبروئے ما زنام مصطفی است، مورخہ ۱۰ مارچ ۲۰۱۷، روزنامہ دنیا

سینئر صحافی محترم **ہارون الرشید** سوشل میڈیا پر گستاخانہ عوامل کے تناظر میں اپنے جذبات کا اظہار قوتِ عشق محمد ﷺ کی نسبت سے کرتے ہوئے رقم طراز ہوئے کہ:

"ایمان ایک قلبی واردات بھی ہے جس نے اس کا ذائقہ نہیں چکھا، وہ کبھی نہیں جان سکتا کہ کن کیفیات سے وہ دوچار کرتا ہے۔ انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی تو بات دوسری ہے، زندوں کی حکایات سنئے تو حیرت ہوتی ہے کہ حب رسول ﷺ نے ادراک کے کیسے کیسے چراغ ان میں روشن کئے۔ **اسد اللہ خان غالب** نے نعت کا قصد کیا تو عالم حیرت میں رہا۔ کہا تو کہا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتیم آں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

آپ ﷺ کی مدح میں نے پروردگار کے سامنے کی۔ وہی ایک ذات ہے جو رحمۃ اللعالمین کے مقام و مرتبے پر سے آشناء ہے۔

چودہ سو سال بیت چکے مدحت کا سلسلہ جاری ہے۔ علامہ اقبالؒ نے تو اپنا اعزاز ہی نبیؐ محترم کی مدح سرائی کو قرار دیا:

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے"[1]

محترم **خورشید ندیم** سوشل بلاگرز کے فتنہ سے خبردار کرتے ہوئے یہ توجہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ:

"یہ (سوشل میڈیا) تہذیبی کشمکش کا نیا میدان ہے۔ فکر و نظر کی وہ بحث جو اس سے پہلے ابلاغ کے دوسرے ذرائع تک محدود تھی، اب یہاں منتقل ہو رہی ہے۔ اس فورم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اپنی شناخت کو مستور رکھتے ہوئے وہ کچھ کہا جا سکتا ہے جو شناخت کے ساتھ کہنا مشکل ہے۔ ہر ایجاد دو دھاری تلوار ہے۔ یہ اگر اناڑیوں کے ہاتھ لگ جائے تو خیر پر شر غالب آ جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہو گیا ہے۔ اگر یہ انسانوں کے ہاتھوں میں رہتا تو فکر و نظر کا اختلاف شاید فساد میں تبدیل نہ ہوتا۔ بد قسمتی سے کچھ **بھینسے** بھی اس طرف آ نکلے ہیں۔ انہوں نے یہاں وہی کچھ کیا ہے جو ایک بے مہار **بھینسا** کسی کھیت میں گھس کر، کر سکتا ہے۔ کوئی جتنا غیر جانب دار ہو، انسانیت کے شرف سے تو دست بردار نہیں ہو سکتا۔ اختلاف رائے کا دفاع تو کیا جا سکتا ہے، بد تہذیبی کے دفاع کا مطلب شرف انسانیت سے دست برداری ہے۔"[2]

---

[1] ہارون الرشید، جج صاحب جشن منائیں، مورخہ ۲۹ اپریل ۲۰۱۷، روزنامہ جنگ

[2] خورشید ندیم، آنے والا سونامی، مورخہ ۱۳ مارچ ۲۰۱۷، روزنامہ دنیا

جناب **مشتاق احمد قریشی** سوشل میڈیا پر ناموس رسالت ﷺ کے باب میں انتظامیہ کی خاموشی اور غفلت پر آواز بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سوشل میڈیا ہو، برقی ذرائع ابلاغ ہوں یا اخبارات سب جگہ ناموس رسالت ﷺ کے بارے میں طرح طرح کے بیانات واعلانات ہو رہے ہیں لیکن متعلقہ افراد کی کہیں کوئی گرفتاری نہیں ہو رہی اور نہ ہی سوشل میڈیا پر کسی قسم کی قد غن لگائی جارہی ہے بلکہ طرح طرح کے بیانات سے اہل ایمان کے جذبات کو مجروح کیا جارہا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ پر تو ہماری جان بھی قربان۔ ناموس رسالت ﷺ کا مسئلہ خالص دینی معاملہ ہے، دیگر تمام معاملات چاہے سیاسی ہوں، معاشرتی ہوں، ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔"[1]

پاکستان کے **ممتاز عالم دین، چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان محترم مفتی منیب الرحمٰن** نے ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے انتہائی مدلل انداز میں اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے اور یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جہاں مسلمانوں کو اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہے

"مغربی دنیا میں وقفے وقفے سے توہین رسالت مآب ﷺ کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان واقعات سے امت مسلمہ کو روحانی اذیت پہنچتی ہے اور اُن کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے، بلکہ دیدہ ودانستہ طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُن کے خبث باطن اور نفرت کا اظہار ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے اس مسئلے میں اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہے۔" [2]

اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

"ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالی، رسول ﷺ، قرآن کریم کی ناموس اور شعائرِ دین کی حرمت مسلمانوں کے لیے انتہائی حساس مسئلہ ہے۔ پہلے ایسی فضا پیدا کی جاتی ہے کہ مسلمان مشتعل ہوں اور پھر اُن پر انتہا پسندی، نفرت انگیزی اور جذباتیت کی چھاپ لگا دی جائے اور جی بھر کر ملامت کی جائے۔ کئی دنوں سے ان بدنصیب بلاگرز کا مسئلہ چل رہا ہے، لیکن ان لبرل حضرات نے اس پر کوئی آواز نہیں اُٹھائی اور نہ ہی مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی۔ اگر کسی حساس ادارے کے بارے میں کوئی اس طرح کی حرکت کر بیٹھے تو اسے غائب کر دیا جاتا ہے، لیکن ناموسِ رسالت ﷺ جن پر ہمارے ماں باپ اور ہم سب کی جانیں قربان ہوں، کے حوالے سے اداروں کو بھی کسی کارروائی کی توفیق نہیں ہوتی۔ مذہبی انتہا پسندی کا رونا رویا جاتا ہے، لیکن لبرل اور سیکولر انتہا پسندوں کے بارے میں کوئی آواز نہیں اُٹھاتا، انہیں فتنہ انگیزی، عصبیت اور انتہا پسندی کی کھلی

1 مشتاق احمد قریشی، ناموس رسالت ﷺ، مورخہ ۲۸ مارچ ۲۰۱۷، روزنامہ جنگ

2 مفتی منیب الرحمن، تحفظ ناموس رسالت کے لئے حکمت عملی، مورخہ ۲۹ اپریل ۲۰۱۷، روزنامہ دنیا

اجازت ہے۔ پس ہماری گزارش ہے کہ قبل اس کے کہ مسلمان سڑکوں پر آ جائیں اور اُن کے جذبات بے قابو ہو جائیں، آئی ٹی کی وزارت کے حکام، انٹیلی جنس ادارے اور دیگر حساس مراکز فوری اقدام کر کے عوام کے جذبات مشتعل ہونے سے بچائیں۔"[1]

یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی مجلس شوریٰ جو کہ دستور کی رو سے باشندگان پاکستان کی نمائندہ اور ان کے احساسات، منشاء اور خواہشات کی حقیقی ترجمان ہے، اس اہم مسئلے سے قطعاً غافل نہ رہی۔ اس عدالت میں مقدمہ کی سماعت کے دوران جس طرح پاکستان کے باقی طبقات کے نمائندہ حضرات نے ہر فورم پر اس مسئلے کی نزاکت کو اجاگر کیا، بعینہ **مجلس شوریٰ** نے بھی اپنے فرائض کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر معمولی نوعیت کی قرار دادیں منظور کیں جن میں انتہائی شدید الفاظ میں مجرموں کے خلاف 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت کاروائی کے ساتھ ساتھ اُن کو نشان عبرت بنانے کا مطالبہ کیا اور سوشل میڈیا سمیت تمام ذرائع ابلاغ پر ایک سخت مانیٹرنگ سسٹم قائم کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔ پاکستان کی مجلس شوریٰ کے **ایوان بالا یعنی سینٹ** نے مورخہ 10 مارچ 2017 کو قرارداد نمبر 317 متفقہ طور پر منظور کی جس کا متن حسب ذیل ہے:

" پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو لا الہ الااللہ محمدؐ رسول اللہ کی بنیاد پر قائم ہوا۔ پاکستان کا قانون تمام انبیاء کرامؑ، بالخصوص امام الانبیاء وخاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ، صحابہ کرامؓ، اہل بیت عزامؓ، تمام مقدس شخصیات اور شعائرِ اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری لیتا ہے، تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-C انہی مقدس شخصیات اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لیے قائم کی گئی ہے۔ جبکہ حالیہ دنوں میں کچھ ناعاقبت اندیش اس قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے شعائر اسلام کی عموماً اور امام الانبیاء، خاتم الانبیاء والمرسلین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ، صحابہ کرامؓ، اہل بیت عزامؓ، کی خصوصی توہین کر کے اپنے ناپاک عزائم کو فروغ دیتے ہوئے فسادات کی آگ کو بھڑکانے کی پوری کوشش میں مصروف ہیں۔ اور امت مسلمہ کے ایمان پر سنگین حملے کر کے پاکستان میں نئے فسادات کو جنم دینے کے لیے کوشاں ہیں۔ ہمارا آئین اور قانون جہاں ہر قسم کی آزادیِ اظہار رائے کا حق دیتا ہے وہاں تمام انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ، اہل بیت عزامؓ، سمیت کسی بھی مقدس شخصیت کی توہین کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اللہ ذوالجلال اور خاتم الانبیاء و المرسلین حضرت محمد ﷺ کو راضی کرنے کے لیے

---

[1] مفتی منیب الرحمن، تحفظ ناموس رسالت کے لئے حکمت عملی، مورخہ ۲۹ اپریل ۲۰۱۷، روزنامہ دنیا

ضروری ہے کہ ایسے گستاخانہ افعال کو روکنے کے لیے متعلقہ محکمہ دفعہ 295C کے تحت ایسے افراد اور ان کے سہولت کاروں کو نشان عبرت بنائیں اور سوشل میڈیا یا دیگر تمام ایسے ذرائع کے حوالے سے انفارمیشن ٹیکنالوجی پر ایک سخت مانیٹرنگ سسٹم قائم کریں۔"

اسی طرح پاکستان کی مجلس شوریٰ کے ایوان زیریں یعنی قومی اسمبلی نے اتفاق رائے سے مورخہ 14 مارچ 2017 کو ایک قرارداد منظور کرتے ہوئے حکومت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ:

"یہ ایوان سوشل میڈیا اور دوسرے تمام ذرائع ابلاغ پر مسلسل توہین رسالت کی اشاعت کی بھرپور مذمت کرتا ہے اور حکومت سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ مملکت اسلامی میں مسلمانوں کے جذبات واحساسات اور ان کے دین اور پیغمبر خاتم النبیین نبی برحق ﷺ کے خلاف توہین آمیز مواد کی اشاعت کو روکنے کے لیے فوری اقدامات کئے جائیں۔"

پاکستان کی مجلس شوریٰ کی قراردادیں، اہل علم و دانش کی تحریریں، اخبارات کے اداریے اور ملک میں عوامی اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہے کہ یہ مسئلہ پاکستان کے تحفظ، سلامتی، دفاع اور نظریاتی اساس سے تعلق رکھتا ہے۔ آئین پاکستان عوام کو جو بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے اس میں **حق زندگی اور زندگی کو احسن انداز میں گزارنے کا حق بھی شامل ہے۔** یہ عدالت سمجھتی ہے کہ پاکستان کی عوام اس حالت میں اپنے حق زندگی سے ہر گز استفادہ نہیں کر سکتے جب تک اُن کی سب سے محبوب ہستی ﷺ کے ناموس کی حفاظت نہ ہو۔ اسی طرح آئین میں بنیادی حقوق کے باب **میں دفعہ 19 میں آزادیٔ تقریر کے ضمن میں اسلام کی عظمت کی حفاظت کی جو ضمانت دی گئی ہے اس پر کما حقہٗ عمل درآمد میں کوتاہی اور غفلت عوام کے بنیادی حقوق پر براہ راست حملہ ہے جس پر وہ اس عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے پر کلی طور پر حق بجانب ہیں۔ آرٹیکل 199 کے تحت یہ عدالت اتنی اہمیت کے حامل عوامی مفاد کے مسئلے پر اپنے دائرہ کار کو سکیڑ نہیں سکتی۔ یہ اختیار پاکستان کے عوام کی امانت ہے اور اسے عوامی منشاء جو کہ دستور میں واضح کی گئی ہے، کے مطابق ہی استعمال کرنا عدالت کی ذمہ داری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فریق جو اس**

مقدمہ میں عدالت میں پیش ہوئے کسی نے بھی عدالت کے اختیار سماعت پر اعتراض نہیں کیا۔ علاوہ ازیں عدالت عظمیٰ کے بے شمار نظائر کی روشنی میں یہ ایک مسلمہ قانونی حقیقت ہے کہ پاکستان کے عوام کے بنیادی حقوق کی فراہمی، حفاظت اور ادائیگی کی غرض سے عدالتِ عالیہ اپنے دستوری اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے مناسب احکامات بمطابق قانون صادر کر سکتی ہے۔

7۔ نبی مہربان ﷺ کی ذات گرامی ہر قسم کے عیب سے مبرا ہے، ہر قسم کی تنقیص سے بالا تر ہے، ہر قسم کی تنقید سے ماوراء ہے، ہر قسم کی خطاء سے معصوم ہے، لہٰذا اسلام کسی شخص یا گروہ کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات، صفات اور منصب کو ہدفِ تنقید و ملامت بنائے۔

جو لوگ بر گزیدہ، معصوم اور منزہ عن الخطاء اور محبوب کبریا ہستی ﷺ کو ذہنی یا جسمانی کسی قسم کی اذیت پہنچائیں ان کے بارے میں قرآن حکیم کا صریح حکم اور اعلان ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ۔[1]

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے اور ان کے لیے رسواء کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والوں کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ **وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○**"[2]"اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے" اور رسول خدا ﷺ کو اذیت دینے والوں کو یہ بتلا دیا گیا کہ وہ **مَلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا○** '[3]۔"ان پر پھٹکار برسائی گئی، جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں" یعنی دنیا میں انکی سزا قتل اور آخرت میں دردناک اور رُسوا کن عذاب ہے۔ یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول ﷺ کو ایذا دینا، رنج پہنچانا اور معمولی تکلیف اور اذیت پہنچانا نہ صرف کفر ہے بلکہ موجب قتل ہے۔ امام خطابیؒ نے 'واھب

---

[1] سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷

[2] سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۶۱

[3] سورۃ الاحزاب، آیت ۶۱

اللدنیۃ' میں لکھا ہے کہ آیات میں مذکور لفظ 'الأذی' کے معنی 'الشر الخفیف' کے ہیں۔ اور شر خفیف اگر بڑھ جائے تو ضرر کہلاتا ہے۔ **علامہ تقی الدین السبکیؒ** نے اپنی شرہ آفاق تصنیف **"السیف المسلول علیٰ من سبّ الرسولؐ"** میں لکھا ہے کہ **خدا کے رسولؐ کی عظمت کا تقاضا ہے کہ انہیں تھوڑی سی تکلیف پہنچانا بھی کفر ہے۔** اس کے علاوہ دیگر آیات جن سے علماء و محققین نے ناموس رسالت پر حرف گیری کی سزا قتل اور گستاخ رسول کے یقینی کفر کے حکم کا استنباط کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

اول: سورۃ التوبہ آیات 61تا69

اس سلسلے میں سورہ توبہ کی آیات 61تا69 اس معاملے میں واضح نصوص ہیں۔ "سورۃ التوبہ کی آیات 61تا69 مدینہ کے منافقین کے جوڑ توڑ کے بارے میں اُتریں۔ ان کی حرکات آنحضرت ﷺ کو اذیت پہنچاتی تھیں۔ ان کی طعنہ زنی اور بیہودہ گفتگو جو وہ لوگ آنحضور ﷺ کے خلاف کرتے تھے انہیں کفر والحاد کی گہرائیوں میں گرادیتی تھی جس پر وہ سزا کے مستوجب تھے ۔انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ ان کے اعمال وافعال اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بے ثمر قرار دیے گئے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی تضحیک کرتے تھے۔ مسلم قانون دان اس فیصلے پر پہنچے ہیں کہ اچھے اعمال وافعال اس دنیا میں اور آخرت میں بے ثمر بنادیا جانا بے معنیٰ ہو کر رہ جاتا ہے اگر فعل **فوجداری جرم** تصور ہو کر سزائے موت کا مستوجب قرار نہ دیا جاتا۔ گو یا ان مسلم قانون دانوں کے نزدیک آنحضور ﷺ پر طعنہ زنی کرنے کے فعل کی سزا، سزائے موت سے کم نہیں ہونی چاہیے"۔[1] (قانون توہین رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر، ص: 25 از ڈاکٹر محمود احمد غازی)۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○

61۔

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کان کا کچا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لئے ہیں (1) وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے،

[1] ڈاکٹر محمود احمد غازی: قانون توہین رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر: ص: 25

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔(سورۃ التوبہ آیت 61)

اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ **"اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایذا رسانی اور رسول ﷺ کی مخالفت کفر کی موجب ہے، اس لیے کہ اللہ نے یہ خبر دی کہ اس کے لیے آتش جہنم تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یوں نہیں فرمایا کہ "اس کی سزا یہ ہے۔"** ظاہر ہے کہ ان دونوں جملوں میں فرق ہے بلکہ "المحادۃ" (مخالفت) ہی کو عداوت اور علیحدگی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا نام کفر اور محاربہ ہے، بدیں وجہ یہ لفظ تنہا کفر سے بھی سنگین تر ہے۔ بنا بریں رسول ﷺ کو ایذا دینے والا کافر، اللہ اور اس کے رسول کا دشمن اور ان کے خلاف جنگ لڑنے والا ہو گا، اس لیے "المحادۃ" کے معنی ہیں جدا ہونا، بایں طور کہ ایک کی حد جدا ہو، جس طرح کہا گیا کہ "المشاقۃ" یہ ہے کہ ہر شخص ایک شق، یعنی ایک جانب ہو جائے اور "المعاداۃ" یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ ایک شخص رسول ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: (من یکفینی عدوی؟) "کون میرے دشمن کے لیے کافی ہو گا؟" یہ ایک واضح امر ہے جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔ بدیں وجہ ایسا شخص کافر اور مباح الدم ہے۔"[1]

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ○ 64؁ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ 65؁ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ○ 66؁ۧ

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورۃ نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے۔ کہہ دیجئے کہ مذاق اڑاتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دبک رہے ہو۔ اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں۔ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔ اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے در گزر بھی کر لیں۔ تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔(سورۃ التوبہ آیت 64-66)

---

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں **"یہ آیت اس ضمن میں نص ہے کہ اللہ تعالی، اس کی آیت، اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا کفر ہے، پس گالی دینا بطریق اولی مقصود ہے۔ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے جو شخص رسول ﷺ کی توہین کرے، خواہ سنجیدگی سے ہو یا ازراہ مذاق، وہ کافر ہو جاتا ہے۔"** اسی آیت کے مدعا کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد غازی نے لکھا ہے کہ **"منافقین اپنی نجی محفلوں میں آپؐ کی توہین کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور اس سے مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنا بھی مقصود ہوتا۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے کے جرم یا آپؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے جرم میں، یہ بھی ضروری نہیں رہ جاتا کہ مجرم نے اس گناہ کا ارتکاب مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے اور انہیں اکسانے کی نیت سے کیا ہو توہین کا جرم ثابت ہونے پر سزا ہو گی قطع نظر اس کے کہ نیت اور مقصد کیا تھا، ارادہ اور نیت کا تعین صرف مبہم الفاظ کی صورت میں کیا جائے گا"**۔ (قانون توہین رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر، ص: 27)[1]

دوم: البقرہ آیت 104

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِـيْمٌ ۱۰۴

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت کہو "راعنا" اور کہو "انظرنا" (ہماری طرف متوجہ ہوں) اور (یہ بات توجہ سے) سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرت مولانا **مفتی محمد شفیعؒ** مقبول عام تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے پس منظر کی وضاحت میں بیان کرتے ہیں کہ "بعض یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور میں آ کر لفظ راعنا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے تھے مگر عربی زبان میں اسکے معنی ہماری مصلحت کی رعایت فرمایئے کے ہیں اس لئے عربی داں اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعض مسلمان بھی حضور کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو گنجائش ملی آپس میں بیٹھ کر ہنستے تھے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آگئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے حق تعالی نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو حکم دیا کہ) اے ایمان والو تم (لفظ) راعنا مت کہا کرو اور (اس کی جگہ لفظ) انظرنا کہہ دیا کرو (کیونکہ اس لفظ کے معنی اور راعنا کے معنی عربی زبان میں

[1] ڈاکٹر محمود احمد غازی، قانون توہین رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر، ص: 27

ایک ہی ہیں راعنا کہنے میں یہودیوں کی شرارت چلتی ہے اس لئے اس کو ترک کر کے دوسرا لفظ استعمال کرو) اور (اس حکم کو اچھی طرح) سن لیجیو (اور یاد رکھیو) اور (ان کافروں کو تو سزائے دردناک ہو(ہی) گی جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں ایسی گستاخی اور وہ بھی چالاکی کے ساتھ کرتے ہیں۔[1] جو شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی اور توہین کا ارتکاب کرے شرعاً وہ مباح الدم اور واجب القتل ہے"۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس آیت سے یہی حکم سمجھے تھے چنانچہ **علامہ سید محمود آلوسیؒ** "تفسیر روح المعانی" میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

وروی ان سعد بن عبادة رضی الله عنہ سمعها منهم فقال: يا اعداء الله! عليكم لعنة الله والذی نفسی بيده لئن سمعنا من رجل منكم يقولها لرسول ﷺ لاضربن عنقہ۔[2]

ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ ان یہودیوں سے سنا اور فرمایا کہ: اے اللہ کے دشمنو! تم پر اللہ کی لعنت ہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، **اگر میں نے تمہارے کسی شخص کو یہ لفظ کہتے سنا کہ وہ حضور ﷺ کو کہہ رہا ہے تو میں لازماً اس کی گردن اڑا دوں گا۔**

اسی طرح **حضرت امام رازیؒ** نے "تفسیر کبیر" میں یہی قول حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

وروی ان سعد بن معاذ رضی الله عنہ سمعها منهم فقال: يا اعداء الله! عليكم لعنة الله والذی نفسی بيده لئن سمعنا من رجل منكم يقولها لرسول ﷺ لاضربن عنقہ۔[3] ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ ان یہودیوں سے سنا اور فرمایا کہ: اے اللہ کے دشمنو! تم پر اللہ کی لعنت ہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں نے تمہارے کسی شخص کو یہ لفظ کہتے سنا کہ وہ حضور ﷺ کو کہہ رہا ہے تو میں لازماً اس کی گردن اڑا دوں گا۔

---

[1] تفسیر معارف القرآن جلد: 1 صفحہ 280۔
[2] (تفسیر روح المعانی ج: 1، ص: 348)۔
[3] (تفسیر کبیر؛ ج: 3، ص: 224)

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ یہ الفاظ صرف سعد بن معاذ اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنھما کے نہیں تھے بلکہ جمہور صحابہ کا یہی مسلک اور نظریہ تھا کہ نبی ﷺ کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے۔ چناچہ فتح القدیر میں **علامہ شوکانیؒ** امام نعیمؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

واخرج ابو نعیم فی الدلائل عنہ (ای عن ابن عباس رضی اللہ عنھما) انہ قال المومنون بعد ھذہ آیۃ من سمعتموہ یقولھافاضربوا عنقہ ، فانتھت الیھود بعد ذالک[1]

ترجمہ: امام نعیمؒ نے "دلائل النبوۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومنوں نے اس آیات کے نزول کے بعد کہا: جسے تم حضور ﷺ کے لیے یہ الفاظ کہتے ہوئے سنو، تو اس کی گردن اڑادو، تو اس کے بعد یہودی رک گئے۔

شیخ التفسیر **حضرت مولانا ادریس کاندھلوی** اپنی تفسیر " تفسیر معارف القرآن " میں تحریر فرماتے ہیں: **"نبی کی اشارۃً اور کنایۃً تحقیر بھی کفر ہے اس لیے کہ یہود صراحۃً آپ کی تحقیر نہیں کرتے تھے۔ راعنا کہہ کر اشارۃً اور کنایۃً آپ کی تحقیر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر فرمایا"**۔[2]

سوم: سورۃ التوبہ آیت 11،12

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝١١ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ 12؀

ترجمہ: اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ (11) ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں (12)۔

امام ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکتے ہیں:

ومن ھاھنا اخذ قتل من سب الرسول صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ او من طعن فی دین الاسلام او ذکرہ بتنقص "

---

[1] فتح القدیر؛ج:1،ص:146

[2] تفسیر معارف القرآن؛ج:1،ص:255

اس آیت میں علماء نے یہ بات اخذ کی ہے کہ جو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گالیاں دے، دین میں عیب جوئی کرے، اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

تفسیر قرطبی میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

استدل بعض العلماء بهذه الآية بو جوب قتل من طعن فى الدين اذهو كافروالطعن ان ينسب اليه مالايليق به او يعترض بالا ستخفاف علىٰ ما هو فى الدين لما ثبت من الدليل القطعى على صحة اصولة و استقامة فروعه . و قال ابن المنذر اجمع عامة اہل العلم على ان من سب النبى ﷺ القتل .[1]

اس آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ دین میں طعن کرنے والے ہر آدمی کو قتل کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور طعن کا معنی یہ ہے کہ اس طرف ایسی شے کی نسبت کرنا جو اس کے لائق اور مناسب نہ ہو یا کسی امر دینی کو حقیر سمجھتے ہوئے اس پر اعتراض کرنا، جب کہ اس کے اصول کا صحیح ہونا اور اس کے فروع کا درست ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ ابن منذر نے کہا ہے: عام اہل علم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جس نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سب و شتم کی اس کی سزا قتل ہے۔

امام تیمیہؒ "الصارم المسلول" میں مذکورہ آیت پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ **حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ عام لوگوں سے تو در گزر فرمایا کرتے تھے لیکن جو بدبخت دین میں طعنہ زنی کرتا تھا یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتا تھا تو اس کے خون کو آپ ﷺ ہدر فرمایا کرتے تھے۔**[2] چناچہ امام موصوف فرماتے ہیں:

"واما من طعن فى الدين فانه يتعين قتا له و هذه كانت سنة رسول الله ﷺ فانه كان يهدردماء من آذى الله و رسوله و طعن فى الدين و ان امسک عن غير ه " (الصارم المسلول علىٰ شاتم الرسول : ص 20)

---

[1] احکام القرآن للقرطبی، ج:8ص:82

[2] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

اور جو دین میں طعن کرتا ہے تو اس کے ساتھ قتال کرنا متعین ہے، اور یہی طریقہ نبی کریم ﷺ کا تھا، کیونکہ آپ ﷺ ان لوگوں کا خون ہدر فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے، اور دین میں طعنہ زنی کرتے، اگرچہ ان کے علاوہ اوروں سے آپ ﷺ در گزر فرماتے۔

اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے **امام ابو بکر حصاص**ؒ نے "احکام القرآن" میں امام لیثؒ کا قول نقل کیا ہے کہ (العیاذ باللہ) اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اسے فوراً ہی قتل کیا جائے گا، نہ اُسے مہلت دی جائے گی اور نہ ہی اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، چناچہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ :

" وقال الليث فی المسلم یسب النبی ﷺ لا یناظر ولا یستتاب و یقتل مکانہ و کذالک الیہودو النصاریٰ "۔[1]

ترجمہ : امام لیثؒ اس مسلمان کے لیے فرماتے ہیں جو نبی ﷺ کی توہین کرتا ہے کہ اسے نہ مہلت دی جائے گی اور نہ ہی توبہ کا کہاجائے گا، بلکہ اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا، اگر یہود و نصاریٰ ایسا کریں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنی کتاب " قانون توہینِ رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر " میں لکھتے ہیں کہ " یہ آیات ان دو جرائم کے بارے میں ہیں، جن میں ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کو حق بجانب قرار دیا گیا ہے، جو ان جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو ان کے خلاف جہاں اہل ایمان کے ساتھ کیے گئے عہد، نماز قائم کرنے اور زکوۃ کی ادائیگی کی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ دوسرے نمبر پر وہ لوگ آتے ہیں جو مسلمانوں کے دین پر حملہ کرتے ہیں۔ مسلم سکالر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو کوئی پیغمبر اسلام کے خلاف یا آپ کی تعلیمات میں سے کسی ایک کے بارے میں توہین آمیز اور رسوا کن رائے کا اظہار کرتا ہے وہ ان عام ہدایات اور فرمان کے تحت سزا کا مستوجب ہے۔"[2]

چہارم: سورۃ الاحزاب 57

[1] احکام القرآن؛ ج:3 ص:128

[2] ڈاکٹر محمود غازی، کتاب قانون توہین رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (57)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

اس آیت مبارکہ سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔ مفسرین نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی کسی بھی طریقے سے حضور ﷺ کو ایذاء اور تکلیف پہنچائے یا آپ ﷺ کی توہین و تنقیص اور استخفاف کرے خواہ صراحتاً ہو یا کنایتاً، اشارۃً ہو یا تعریضاً ہر صورت میں وہ کافر و ملعون ہو جائے گا۔ اس آیت کے ضمن میں امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی ایذا کو رسول کی ایذا اور اپنی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ مقرون و متصل کر کے بیان کیا ہے، یہ بطریق منصوص بھی آپ سے منقول ہے۔ اور جو شخص اللہ کو ایذا دے وہ کافر اور مباح الدم ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول ﷺ کی محبت، اپنی اور رسول کی رضامندی، اپنی اور رسول کی اطاعت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔ "مزید فرمایا کہ "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق باہم لازم و ملزوم ہے، نیز یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی حرمت کی جہت ایک ہی ہے، لہذا جس نے رسول ﷺ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اس لیے کہ امت کے تعلق باللہ کا رشتہ صرف رسول کے واسطہ سے استوار ہو سکتا ہے۔ کسی کے پاس بھی اس کے سوا دوسرا کوئی طریقہ یا سبب نہیں ہے، اوامر و نواہی اور اخبار و بیان میں اللہ نے رسول ﷺ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے، اس لیے مذکورہ بالا امور میں اللہ اور رسول کے مابین تفریق جائز نہیں۔[1]

چنانچہ **امام تقی الدین السبکیؒ** مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

والاذی فی حقہ و حق رسولہ کفر ، لان العذاب المھین انما یکون للکفار و کذالک القطع بالعذاب فی الدنیا و الاخرۃ انما یکون للکفار و کذاالعذاب الالیم "[2]

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

[2] علامہ تقی الدین السبکی، السیف المسلول، ص: 105

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دینا کفر ہے کیونکہ رسوائی کا عذاب صرف کفار ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اور اسی طرح آخرت میں عذاب کا قطعی فیصلہ صرف کفار ہی کے لیے ہے اور اسی طرح دردناک عذاب کا بھی۔

اس آیت سے **امام تیمیہؒ** نے گستاخ رسول کے کافر ہونے کا استدلال کیا ہے۔ کہتے ہیں:

"ولم یجئ اعداد العذاب المهین فی القرآن الا فی حق الکفار "---   (الصارم المسلول : 46)

ترجمہ: قرآن کریم میں صرف کفار کے لیے رسوائی کے عذاب کے تیار ہونے کی وعید آئی ہے۔[1]

حضرت **قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ** "تفسیر مظہری" میں مذکورہ آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں "رسول اللہ کی شخصیت ،دین ،نسب یا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کسی صفت پر طعن کرنا اور صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً یا بطور تعریض آپ پر نکتہ چینی کرنا اور عیب نکالنا کفر ہے۔ ایسے شخص پر دونوں جہان کی لعنت ،دنیوی سزا سے اس کو توبہ بھی نہیں بچا سکتی"۔[2]

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تفسیر عثمانی میں فرماتے ہیں۔ "اب بتلایا کہ اللہ ور سول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں **ملعون** و مطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کو ستانا یہ ہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں"۔[3]

ڈاکٹر محمود غازی اپنی کتاب " قانون توہین رسالت " میں اس آیت کے تناظر میں کہتے ہیں کہ مفسرین اس آیت کے حوالے سے عذاب الٰہی سے مراد جہنم کا عذاب لیتے ہیں، لیکن اس دنیا میں عذاب الٰہی سے مراد دنیاوی سزا ہے۔ مزید آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"4 ہجری میں ایک یہودی قبیلے بنو نضیر نے مسلمانوں کے ساتھ شہریت کا معاہدہ کیا اور میثاق مدینہ پر دستخط کیے۔ بعد ازاں انہوں نے اس میثاق کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بچھا دیے۔ چناچہ آنحضرت ﷺ نے انہیں سزا دی، اور بالآخر انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ قرآن حکیم کی سورۃ الحشر اس موقع پر نازل ہوئی فرمایا: **وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا**

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول
[2] تفسیر مظہری اردو مترجم، ج:9، ص428
[3] تفسیر عثمانی، ج:7، ص:229

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلاوطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً دنیا میں ہی عذاب دیتا اور آخرت میں (تو) ان کے لئے آگ کا عذاب ہے ہی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے"۔[1]

پنجم: سورۃ الحجرات آیت 2

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (سورۃ الحجرات آیت 2)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اس بات سے منع کیا کہ اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے زیادہ بلند کریں یا اس طرح بآواز بلند ان سے مخاطب ہوں جیسے آپس میں ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ رفع و جہر حبوطِ اعمال کا موجب بن سکتا ہے جبکہ آواز بلند کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس آیت میں ترک جہر علّت یہ بیان کی گئی ہے حبطِ اعمال سے سلامت رہے۔ اس آیت میں جس خرابی کی نشاندہی کی گئی ہے وہ حبوطِ اعمال کا ہے اور جو چیز حبوطِ اعمال تک لے جا سکتی ہو اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اور اعمال کا حبط کفر کی وجہ سے ہوتا ہے۔" اس بات کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نبی کی آواز سے آواز بلند کرنے سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے اور اسے پتہ بھی نہ ہو اور اس وجہ سے اس کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں اور یہ کہ رفع صوت حبوطِ اعمال کا سبب اور مظنّہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی تعزیز و توقیر اور اکرام و اجلال ہے، نیز اس لیے کہ نبی کی آواز پر آواز بلند کرنے سے انہیں ایذا پہنچتی ہے اور ساتھ ہی ان کی

[1] ڈاکٹر محمود احمد غازی، قانون توہین رسالت ایک سماجی، سیاسی، تاریخی تناظر، ص: 26

تحقیر بھی ہوتی ہے اگرچہ آواز بلند کرنے والے کا یہ ارادہ نہ ہو۔ جب ایسی ایذا اور تحقیر، جو غیر شعوری طور پر گستاخی کی موجب ہوتی ہے، کفر تک پہنچا دیتی ہے تو ایسی ایذا اور تحقیر جو ارادی طور پر کی جائے اور وہ فاعل کا مقصود بھی ہو تو بطریقِ اولی کفر کی موجب ہو گی۔"[1]

ششم: سورۃالنور آیت 63

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّـــلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ 63؀

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کرلو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے تم میں سے انھیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں (1) سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔ (سورۃالنور آیت 63)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اس آیت کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کہ

"اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کفر یا عذابِ الیم تک پہنچانے والی ہے، ظاہر ہے کہ عذاب تک پہنچانا محض فعلِ معصیت کی وجہ سے ہے اور کفر تک پہنچانے کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کے ساتھ ساتھ اس میں حکم دینے والے رسول (ﷺ) کی تحقیر واستخفاف بھی شامل ہو جاتا ہے، پھر اس فعل کی سزا کیا ہو گی جو اس سے شدید تر ہے مثلاً: آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دینا اور تحقیر کرنا وغیرہ"۔[2]

ہفتم: سورۃ الاحزاب 53

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُــؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا 53؀

---

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

[2] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

ترجمہ: اور نہ تمہیں جائز ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (سورۃ الاحزاب 53)

امام ابن تیمیہؒ اس آیات کی تفہیم میں کہتے ہیں:

"اس آیت میں امت پر ہمیشہ کے لیے نبی کی بیویوں کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو ایذا پہنچتی ہے، پھر اس کی حرمت کی عظمت کی وجہ سے اس کو اللہ کے نزدیک عظیم جرم قرار دیا گیا۔ جو شخص آپ ﷺ کی بیویوں یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔ یہ حرمت نبوی کو توڑنے کی سزا ہے تو قیاس بریں نبیؐ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دینے والا بالاولی اس سزا کا مستحق ہے۔"[1]

ہشتم: سورۃ النساء آیت 65

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــــرَ بَيْنَـهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِـيْمًا۝۶۵

ترجمہ: سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ (النساء-65)

نہم: سورۃ الحشر آیت 3،4

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْہِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَہُمْ فِي الدُّنْيَا۝۰ۭ وَلَہُمْ فِي الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّہُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَہٗ۝۰ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝۴

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً دنیا میں ہی عذاب دیتا اور آخرت میں (تو) ان کے لئے آگ کا عذاب ہے ہی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے۔

دہم: سورۃ المجادلہ آیت 5

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بیشک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں اور کافروں کے لئے تو ذلت والا عذاب ہے۔

8۔　شریعت کے دوسرے ماخذ یعنی احادیثِ رسول ﷺ اور سنت مطہرہ سے متعدد واقعات اور اقوال رسول ﷺ اور صریح احکامات وہدایات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے خود ایسے لوگوں کے قتل کا حکم صادر کیا جنکی اہانت کے رویے سے آپ ﷺ کو تکلیف واذیت پہنچی اور ذخیرہ حدیث سے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ اگر کسی صحابی نے شاتم رسول کو قتل کیا تو آپ ﷺ نے اُس کے خون کو ہدر (رائگاں) قرار دیا۔ ذخیرہ احادیث سے ایسے ناقابل تردید شواہد اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ دین اسلام کی حفاظت، مقصد الٰہی کی تکمیل، شریعت الٰہی کے دائمی وابدی اظہار اور پیغمبرِ خدا کی ناموس کی پاسداری کی غرض سے رحمۃ اللعالمین ﷺ کو خود بھی ایسے شوریدہ سر، فسادی اور شیطانی عناصر کا قلع قمع کرنا پڑا، تو اس سے دریغ نہیں کیا گیا تاکہ نبی مہربان ﷺ کی ذات جو انسانیت کے لیے معلم و مربی ہے، ایسی شرانگیزیوں سے ہر دور، ہر زمانہ میں محفوظ رہ سکے۔ اس سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث اور واقعات سیرت میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

i۔ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ قَالَ فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتُمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ

الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ

عباد بن موسیٰ ختلی، اسماعیل بن جعفر مدنی، اسرائیل، عثمان اشحام، عکرمہ، حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ ایک اندھے کی ام ولد (وہ باندی جس نے مالک کا بچہ جنا ہو) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برا بھلا کہا کرتی تھی اور آپ کی برائی میں (نَعُوذُ بِاللہ) مشغول رہتی تھی۔ وہ اندھا اسے اس سے منع کرتا تھا تو وہ باز نہ آتی تھی اور وہ اسے ڈانٹتا تھا لیکن وہ اس کی ڈانٹ نہیں سنتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات جب وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجو میں پڑی تھی اور آپ کو برا بھلا کہہ رہی تھی تو اس کے اندھے مالک نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس پر تکیہ لگا لیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ اس عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ پڑا ہوا تھا تو وہ وہاں پر خون سے لتھڑ گیا صبح کو جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں اس شخص کو جس نے اپنے اوپر میرا حق رکھتے ہوئے یہ فعل کیا ہے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے تو وہ اندھا کھڑا ہو گیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا لرزتا کانپتا ہوا آیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اس عورت کا ساتھی ہوں وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی اور آپ کی برائی میں پڑی رہا کرتی تھی میں اسے منع بھی کرتا تھا تو وہ باز نہ آئی تھی اور اسے ڈانٹا ڈپٹا تو اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس سے میرے دو موتیوں جیسے بیٹے ہیں اور وہ میری بڑی اچھی ساتھی تھی گذشتہ رات وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگی اور آپ کے بارے میں ایسی ویسی بات کہنے لگی تو میں نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر تکیہ لگا دیا۔ (زور لگایا) یہاں تک کہ میں نے اسے قتل کر دیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ خبردار گواہ رہو اس کا خون ہدر (بیکار اور لغو ہے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔[1]

ii-حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يُونُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَنُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجُلٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ فَقُلْتُ تَأْذَنُ لِي يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِي غَضَبَهُ فَقَامَ فَدَخَلَ فَأَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ مَا الَّذِي قُلْتَ آنِفًا قُلْتُ ائْذَنْ لِي أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا وَاللَّهِ مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُد هَذَا

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الحدود (۴۳۶۱)، سنن النسائی، کتاب المحاربہ

لَفْظُ يَزِيدَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ أَيْ لَمْ يَكُنْ لِأَبِي بَكْرٍ أَنْ يَقْتُلَ رَجُلًا إِلَّا بِإِحْدَى الثَّلَاثِ الَّتِي قَالَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بَعْدَ إِيمَانٍ أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتُلَ

موسی بن اسماعیل، حماد، یونس، حمید بن ہل، ہارون بن عبداللہ، نصیر بن فرج، ابواسامہ، یزید بن زریع، یونس بن عبید، حمید بن ہلال، عبداللہ بن مطرف، حضرت ابو برزہؓ، الا سلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں بیٹھا ہوا تھا پس وہ کسی آدمی پر غضبناک ہو گئے اور اسے سخت سست کہا میں نے عرض کیا اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلیفہ آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن ماردوں؟ ابو برزہ کہتے ہیں کہ میرے اس جملہ سے ان کا غصہ جاتا رہا اور وہ کھڑے ہو کر گھر کے اندر داخل ہو گئے اور مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم نے ابھی کیا کہا تھا میں نے کہا کہ مجھے اجازت دیں تو اس کی گردن ماردوں؟ فرمایا کہ اگر میں تمہیں اس کا حکم دیتا تو کیا تم ایسا کر دیتے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کسی فرد بشر کے لئے کسی کو قتل نہیں کیا جاسکتا (برا بھلا کہنے پر) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ یزید بن زریع کے ہیں۔

iii. حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا۔ [1]

عثمان بن ابوشیبہ، عبداللہ بن جراح، جریر، مغیرہ، شعبی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہود عورت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برا بھلا کہتی تھی اور آپ کی برائی میں پڑی رہتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مر گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس (عورت) کا خون ہدر (ضائع) قرار دے دیا۔

iv. حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ زَعَمَ السُّدِّيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَّاهُمْ وَابْنُ أَبِي سَرْحٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْحٍ فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الحدود (۴۳۶۳)، سنن النسائی، کتاب المحاربہ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ فَقَالُوا مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ قَالَ أَبُو دَاوُد كَانَ عَبْدُ اللَّهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنْ الرَّضَاعَةِ وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ أَخَا عُثْمَانَ لِأُمِّهِ وَضَرَبَهُ عُثْمَانُ الْحَدَّ إِذْ شَرِبَ الْخَمْرَ۔

عثمان بن ابی شیبہ، احمد بن مفضل، اسباط بن نصر، سدی، مصعب بن سعد، حضرت سعد سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام لوگوں کو امن دیا مگر چار مردوں اور عورتوں کو اس سے مستثنی رکھا۔ راوی نے ان کے نام ذکر کئے جن میں ابن سرح کا نام بھی تھا پس ابن سرح تو عثمانؓ بن عفان کے پاس چھپ رہے (یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے) جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمانؓ نے بن سرح کو آپ ﷺ کے سامنے لا کھڑا کیا اور بولے اے اللہ کے نبی ﷺ عبداللہ سے بیعت لے لیجئے آپ ﷺ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بیعت نہ کی اور تین مرتبہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تین مرتبہ انکار کرنے کے بعد آپ ﷺ نے بیعت لی اور اپنے اصحابؓ سے فرمایا کیا تم میں کوئی بھی اتنا سمجھدار نہ تھا کہ جب میں نے اس کی بیعت لینے سے ہاتھ کھینچ لیا اور بیعت نہ کی تو اس کو قتل کر ڈالتا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نہیں سمجھ پائے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے اگر آپ ﷺ آنکھ سے بھی اشارہ کر دیتے تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نبی کے لئے آنکھوں کی خیانت جائز نہیں (یعنی نبی کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ چپکے چپکے آنکھوں سے اشارے کنائے کرے) ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ ابن سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ ان کا اخیافی بھائی تھا اس نے شراب پی تو حضرت عثمانؓ نے اس پر حد جاری فرمائی۔[1]

v۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ

---

[1] سنن النسائی- تحریم الدم (4067)، سنن أبی داود-الجهاد (2683)

عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْـتَسْـلِفُكَ قَالَ وَأَيْضًـا وَاللَّهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ إِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَـيْءٍ يَصِـيرُ شَـأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْـلِفَنَا وَسْـقًا أَوْ وَسْـقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْـقًا أَوْ وَسْـقَيْنِ أَوْ فَقُلْتُ لَهُ فِيهِ وَسْـقًا أَوْ وَسْـقَيْنِ فَقَالَ أُرَى فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ نَعَمِ ارْهَنُونِي قَالُوا أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ قَالَ ارْهَنُونِي نِسَـاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَـاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْـقَيْنِ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُـفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَـأْتِيَـهُ فَجَـاءَهُ لَيْلًا وَمَعَـهُ أَبُو نَـائِلَـةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنْ الرَّضَــاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْــنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّــاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْـلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ أَسْـمَعُ صَـوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْــلَمَةَ وَرَضِــيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْــلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيلَ لِسُفْيَانَ سَمَّاهُمْ عَمْرٌو قَالَ سَمَّى بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَـالَ غَيْرُ عَمْرٍو أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَـارِثُ بْنُ أَوْسٍ وَعَبَّـادُ بْنُ بِشْـرٍ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَـعَرِهِ فَأَشَـمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْـتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِـهِ فَدُونَكُمْ فَاضْـرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِـمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّـحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَـاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشُـمَّ رَأْسَـكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ

علی بن عبداللہ، سفیان، عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جابرؓ بن عبداللہ سے سنا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کعب بن اشرف یہودی کا کام کون تمام کرتا ہے اس نے اللہ اور رسول (ﷺ) کو بہت ستار کھا ہے محمد بن مسلمہ انصاری نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اجازت دیں تو میں اس کام کو انجام دوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اجازت ہے محمد بن مسلمہ نے کہا مجھے یہ بھی اجازت دے دیجئے کہ جو مناسب سمجھوں وہ باتیں اس سے کہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اجازت دی غرض محمد بن مسلمہ، کعب بن اشرف کے پاس آئے تو کہا کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ ہم سے زکوٰۃ مانگتا ہے ہمارے پاس خود نہیں اور یہ ہم کو ستاتا ہے کعب نے کہا ابھی کیا دیکھا

ہے واللہ یہ آگے چل کر تم کو بہت ستائے گا محمد بن مسلمہ نے کہا خیر ابھی تو ہم نے اس کی پیروی کرلی ہے فورا چھوڑنا بھی ٹھیک نہیں دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے اس وقت میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ ایک یا دو وسق کھجوریں ہم کو قرض دے دو سفیان کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے ہم کو کئی مرتبہ حدیث سنائی تو اس میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا جب میں نے یاد دلایا تو کہنے لگے کہ ہاں میرا خیال ہے کہ ہو گا غرض کعب نے کہا قرض مل جائے گا کچھ رہن رکھ دو میں نے کہا کیا رہن رکھ دوں کعب نے کہا کہ اپنی عورتوں کو رہن رکھ دو، محمد بن مسلمہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم عورتوں کو کس طرح رہن کر دیں سارے عرب میں تم خوبصورت ہو! اس نے کہا اپنے بیٹے رہن رکھ دو میں نے کہا تمہارے پاس بیٹوں کو کیسے رہن رکھ دیں آئندہ جوان سے لڑے گا وہ طعنہ دے گا کہ تو ایک یا دو وسق میں رہن رکھا گیا ہے اور اس کو ہم برا سمجھتے ہیں البتہ ہم اپنے ہتھیار رکھ سکتے ہیں سفیان نے لفظ لامہ کی تفسیر سلاح یعنی ہتھیار سے کی ہے محمد بن مسلمہ نے کعب سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور چلے گئے رات کو دوبارہ آئے اور ابونائلہ کو ساتھ لائے جو کعب کا دودھ شریک بھائی تھا کعب نے ان کو قلعہ میں بلا لیا اور پھر ان کے پاس نیچے آنے لگا اس کی بیوی نے کہا اس وقت کہاں جاتے ہو؟ کعب نے کہا یہ محمد بن مسلمہ اور ابونائلہ میرا بھائی ہے جو بلاتے ہیں سفیان کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار کے سوا اور لوگوں نے اس حدیث میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ کعب کی بیوی نے یہ بھی کہا کہ اس کی آواز سے تو خون کی بو آرہی ہے یا خون ٹپک رہا ہے کعب نے کہا کچھ نہیں میرا بھائی ابونائلہ اور محمد بن مسلمہ ہیں اور شریف آدمی کو تو رات کے وقت بھی اگر نیزہ مارنے کے لیے بلائیں تو جانا چاہئے اور محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو اور لائے تھے سفیان سے پوچھا گیا کہ عمرو نے ان کا نام لیا تھا؟ انہوں نے کہا بعض کا لیا تھا مگر دوسروں نے ابوعبس بن جبر اور حارث بن اوس اور عبادہ بن بشر لیا تھا عمرو نے اتنا ہی کہا محمد بن مسلمہ اپنے ساتھیوں کو کہنے لگے کہ کعب جب آئے گا تو میں اس کے سر کے بال تھام کر سونگھوں گا، جب تم دیکھو کہ میں نے مضبوط تھام لیا ہے تو تم اپنا کام کر ڈالنا غرض کعب چادر اوڑھے ہوئے اترا اس کے جسم سے خوشبو مہک رہی تھی محمد بن مسلمہ نے کہا میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں دیکھی جو ہوا میں بسی ہوئی ہے عمرو کے علاوہ دوسرے راوی کہتے ہیں کہ کعب نے جواب میں کہا کہ اس وقت میرے پاس ایسی عورت ہے جو سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے اور حسن وجمال میں بھی بے نظیر ہے عمرو کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ نے پوچھا کیا سر سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا ہاں محمد بن مسلمہ نے خود بھی سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا پھر دوبارہ اجازت لے کر سونگھا اور زور سے تھام لیا اور ساتھیوں سے کہا ہاں اس کو لو! انہوں نے فورا کام تمام کر دیا اور پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر قتل کعب کی خوشخبری سنائی۔[1]

[1] صحيح البخاري-المغازي(3811)، صحيح مسلم-الجهاد والسير(1801)، سنن أبي داود-الجهاد(2768)

vi- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا مِنْ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَتِيكٍ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتْ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِأَصْحَابِهِ اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنْ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلَى وَتَدٍ قَالَ فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ إِنْ الْقَوْمُ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنْ الْبَيْتِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هَذَا فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنْ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هَذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ظِبَةَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِي وَأَنَا أُرَى أَنِّي قَدْ انْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ فَقَالَ أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللَّهُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ

یوسف بن موسی، عبیداللہ بن موسی، اسرائیل، ابواسحاق، براء بن عازبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابورافع کے پاس کئی انصاریوں کو بھیجا اور عبداللہ بن

عتیقؓ کو سردار مقرر کیا ابورافع دشمن رسول تھا اور مخالفین رسول کی مدد کرتا تھا اس کا قلعہ حجاز میں تھا اور وہ اسی میں رہا کرتا تھا جب یہ لوگ اس کے قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب گیا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو شام ہونے کی وجہ سے واپس لا رہے تھے عبداللہ بن عتیکؓ نے ساتھیوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی بہانہ کر کے اندر جانے کی کوشش کروں گا چنانچہ عبداللہ گئے اور دروازہ کے قریب پہنچ گئے پھر خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپایا جیسے کوئی رفع حاجت کے لئے بیٹھتا ہے قلعہ والے اندر جا چکے تھے دربان نے عبداللہؓ کو یہ خیال کر کے کہ ہمارا ہی آدمی ہے آواز دی اور کہا! اے اللہ کے بندے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ جا کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر اندر گیا اور چھپ رہا اور دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں کیل میں لٹکا دیں جب دربان سو گیا تو میں نے اٹھ کر چابیاں اتار لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تا کہ بھاگنے میں آسانی ہو ادھر ابورافع کے پاس رات کو داستان ہوتی تھی وہ اپنے بالا خانے پر بیٹھا داستان سن رہا تھا جب داستان کہنے والے تمام چلے گئے اور ابورافع سو گیا تو میں بالا خانہ پر چڑھا اور جس دروازہ میں داخل ہوتا تھا اس کو اندر سے بند کر لیتا تھا اور اس سے میری یہ غرض تھی کہ اگر لوگوں کو میری خبر ہو جائے تو ان کے پہنچنے تک میں ابورافع کا کام تمام کر دوں غرض میں ابورافع تک پہنچا وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے بچوں کے ساتھ سو رہا تھا میں اس کی جگہ کو اچھی طرح معلوم نہ کر سکا اور ابورافع کہہ کر پکارا اس نے کہا کون ہے؟ میں نے آواز پر بڑھ کر تلوار کا ہاتھ مارا میرا دل دھڑک رہا تھا مگر یہ وار خالی گیا اور وہ چلایا میں کوٹھڑی سے باہر آ گیا اور پھر فوراً ہی اندر جا کر پوچھا کہ اے ابورافع تم کیوں چلائے؟ اس نے مجھے اپنا آدمی سمجھا اور کہا تیری ماں تجھے روئے ابھی کسی نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے یہ سنتے ہی میں نے ایک ضرب اور لگائی اور زخم اگرچہ گہرا لگا لیکن مرا نہیں آخر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ دی اور زور سے دبائی وہ چیرتی ہوئی پیٹھ تک پہنچ گئی اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ہلاک ہو گیا پھر میں واپس لوٹا اور ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا تھا اور سیڑھیوں سے اترتا جاتا تھا میں سمجھا کہ زمین آ گئی ہے چاندنی رات تھی میں گر پڑا اور پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اپنے عمامہ سے پنڈلی کو باندھ لیا اور قلعہ سے باہر آ کر دروازہ پر بیٹھ گیا اور دل میں طے کر لیا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اس کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے آخر صبح ہوئی مرغ نے اذان دی اور قلعہ کے اوپر دیوار پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے کہا کہ لوگو! ابورافع حجاز کا سوداگر مر گیا میں یہ سنتے ہی اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا اور ان سے آ کر کہا اب جلدی چلو یہاں سے اللہ نے ابورافع کو ہلاک کرا دیا اس کے بعد ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آ کر خوشخبری سنائی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے پیر کو دیکھا اور فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلایا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دست مبارک پھیر دیا بس ایسا معلوم ہوا کہ اس پیر کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔ [1]

---

[1] صحيح البخاري-المغازي(3813)

vii۔ حدثنا عبد الله بن يوسف أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل عام الفتح وعلى رأسه المغفر فلما نزعه جاء رجل فقال إن ابن خطل متعلق بأستار الكعبة فقال اقتلوه

عبداللہ بن یوسف، مالک، ابن شہاب، انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) فتح مکہ کے سال اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ (ﷺ) خود پہنے ہوئے تھے جب آپ (ﷺ) نے اس کو اتارا تو ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔[1]

9۔ نبی کریم ﷺ کی ادنیٰ سی بھی بے ادبی، توہین و تنقیص، تحقیر واستخفاف خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، باالفاظ صریح ہو یا باانداز اشارہ و کنایہ، تحقیر کی نیت ہو یا بغیر نیت تحقیر کے یہ تمام صورتیں گستاخی میں شامل ہیں۔اسی طرح آپ ﷺ کی ذات گرامی، آپ ﷺ کی صفات و عادات، اخلاق واطوار، آپ ﷺ کے اسماء گرامی اور ارشادات اور آپ ﷺ سے متعلقہ کسی بھی چیز کی ادنیٰ اور معمولی سی تحقیر یا اس میں کوئی عیب نکالنا بھی گستاخی اور موجب کفر ہے۔ ہر شخص جو حضور ﷺ کی ذات اقدس میں عیب اور نقص کا متلاشی ہو آپ ﷺ کے اخلاق و کردار، خصائل و اوصاف حمیدہ، نسب پاک کی طہارت و پاکیزگی اور آپ ﷺ کی عظمت و حرمت کی طرف عیب منسوب کرتا ہو تو نہ صرف یہ کہ ضلالت و گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے بلکہ ایسے بد بخت وجود سے اس زمین کو پاک ہونا بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے فقہاء امت ایسے بد بخت کے واجب القتل ہونے پر متفق ہیں۔

بلاشبہ اس موضوع پر وافر علمی ذخیرہ موجود ہے اور یقیناً ہر دور اور ہر زمانے کے اہل علم نے ناموس رسول ﷺ کو اپنے ایمان کا لازمی جز و تصور کرتے ہوئے اس موضوع پر قرآن وسنت کے موقف کی بسط ووضاحت کی ہے۔تاہم مالکیہ میں ابوالفضل قاضی عیاض اندلسی **کی کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ** حنابلہ میں شیخ الاسلام مجتہدِ اُمت حضرت امام ابن تیمیہؒ کی ضخیم کتاب **"الصارم المسلول علی شاتم الرسول"** شافعیہ میں مجتہد عصر امام تقی الدین ابو الحسن علی السبکی کی معرکۃ الاراء تصنیف **السیف المسلول من سب الرسول** اور احناف میں علامہ ابن عابدین شامیؒ کی کتاب **"تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد**

[1] صحيح البخاري - الحج (1749)، صحيح مسلم - الحج (1357)، سنن الترمذي - الجهاد (1693)، سنن النسائي - مناسک الحج (2867)، سنن أبي داود - الجهاد (2685)، سنن ابن ماجه - الجهاد (2805)، مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (110/3)، موطأ مالک - الحج (964)، سنن الدارمي - المناسک (1938)

اصحاب الکرام" اپنے موضوع پر کمال ہیں اور سند کا درجہ رکھتی ہیں ۔ناموسِ رسالت ﷺ کے حوالے سے گستاخ رسول ﷺ کی قانونی و شرعی حیثیت اور اس کی سزا کے حوالے سے امتِ مسلمہ کا اجماع جو کہ قرون اولیٰ سے چلا آرہا ہے ان تصانیف میں انتہائی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ مندرجہ بالا تصانیف اس موضوع پر مصادر و مراجع اور ماخذ و امہاتِ کا درجہ رکھتی ہیں اور چاروں بڑے فقہی مسالک سمیت امت کے متفقہ اجماعی مؤقف کی ترجمانی کرتی ہیں لہذا ان میں سے بعض کتب کے چند اقتباس اسلامی فقہ کے تیسرے مصدر **اجماع امت** کو اس مسئلہ میں واضح کرتے ہیں:

"جس قدر آپ ﷺ کی توقیر و عزت ہے اسی کے موافق اللہ نے آپ ﷺ کی ایذا رسانی کو اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور ساری امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا آپ ﷺ کو بُرا کہے وہ واجب القتل ہے۔

ابو بکر بن منذر نے کہا ہے کہ عامہ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دینا چاہیے۔ یہ بات حضرت مالک بن انس 'لیث 'احمد اور اسحاق وغیر ہم نے بھی کہی ہے 'یہی امام شافعی کا بھی مسلک ہے۔

البتہ اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسا شخص مباح الدم ہے۔ سلفؒ اُمت اور تمام دیار و امصار کے علماء اس بات پر متفقہ ہیں، بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کے قتل و تکفیر پر اجماع ہے۔ تمام علمائے امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ شاتم النبی یا وہ شخص جو آپ ﷺ میں نقص نکالے کافر اور مستوجب وعید عذاب ہے اور پوری امت کے نزدیک واجب القتل ہے جو شخص ایسے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

ابن القاسم نے عتبیہ میں لکھا ہے کہ "جو نبی اکرم ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ ﷺ میں نقص نکالے اسے قتل کیا جائے اور ساری امت کے نزدیک اس کو قتل کرنے کا حکم اسی طرح ہے جس طرح زندیق کو قتل کرنے کا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو فرض قرار دیا ہے۔

عقل اور قیاس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ میں نقص نکالے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا قلب بیمار ہے اور اس کے

باطن میں کفر چھپا ہوا ہے' اسی لیے اکثر علماء نے ایسے شخص کو مرتد قرار دیا ہے۔ امام مالک اور اوزاعی سے شامی علماء نے یہی روایت کی ہے، یہی سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور علمائے کوفہ کی رائے ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کفر کی دلیل ہے، لہذا حد شرعی کے تحت اسے قتل کیا جائے گا گو کہ اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ البتہ اگر وہ اپنی اس گستاخی اور دریدہ ذہنی پر اصرار کرے اور اپنے فعل کو برا نہ جانے نہ اس سے باز رہے تو وہ کافر ہے اس کا قول صریح ہے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی۔ یا اگر وہ آپ ﷺ کی مذمت کے کلمات کہے یا آپ ﷺ کا مذاق اڑائے اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ مذمت کر رہا ہے توبہ کرنے سے انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مذمت اور آپ ﷺ پر دشنام طرازی کو حلال سمجھتا ہے، جو صریحاً کفر ہے۔ لہذا ایسا شخص بلا اختلاف کافر ہے"۔[1]

امام ابن تیمیہ اجماع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اکثر علماء کا موقف یہی ہے۔ **ابن المنذر** کہتے ہیں کہ عام علماء کو اس امر پر اجماع ہے کی نبی ﷺ کی توہین کرنے والے کی حد قتل ہے۔ **امام لیث، احمد، اسحاق اور امام شافعی** کا قول یہی ہے مگر **نعمان (ابو حنیفہ)** سے منقول ہے کہ اسے (ذمی) قتل نہ کیا جائے، اس لیے کہ جس شرک پر وہ قائم ہے وہ توہین رسالت سے عظیم تر جرم ہے۔ اصحاب شافعی میں ابو بکر فارسی نے اس امر پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص رسول ﷺ کو گالی دے اس کی حدِ شرعی قتل ہے جس طرح کسی اور کو گالی دینے کی سزا کوڑے مارنا ہے۔ جو اجماع انہوں نے نقل کیا اس سے صدر اول، یعنی صحابہ و تابعین، مراد ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اگر مسلم ہو تو واجب القتل ہے، **قاضی عیاض** نے بھی اسی طرح کہا ہے، فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت کا اجماع منعقد ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص رسول ﷺ کی توہین کرے یا آپ ﷺ کو گالی نکالے تو اسے قتل کیا جائے۔ اسی طرح دیگر علماء سے بھی رسول ﷺ کی توہین کرنے والے کے واجب القتل اور کافر ہونے کے بارے میں اجماع نقل کیا گیا ہے۔ **امام اسحاق بن راہویہ** فرماتے ہیں کہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع منعقد ہے کہ جو شخص اللہ یا اس کے رسول کو گالی دے یا خدا کے نازل کردہ کسی حکم کو رد کر دے یا کسی نبی کو قتل کرے تو وہ اس کی بنا پر کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ خدا کے نازل کردہ تمام احکام کو مانتا ہو۔ **امام خطابی** فرماتے ہیں کہ میرے علم

[1] قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی

کی حد تک کسی مسلمان نے بھی اس کے واجب القتل ہونے میں اختلاف نہیں کیا ۔ **محمد بن سحنون** کہتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے، اس کے بارے میں عذاب خدا وندی کی وعید آئی ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اُسے قتل کیا جائے، جو شخص اس کے کفر اور سزا میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔[1]

جہاں تک **فقہ جعفریہ** کا تعلق ہے تو اس مسئلہ میں امام خمینی کا واضح اور دوٹوک موقف اپنی مثال آپ ہے۔ نہ صرف فقہ جعفریہ بلکہ ملت اسلامیہ کے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے امام خمینی نے سلمان رشدی (ملعون) کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ بعد ازاں امام خمینی کے اسی فتویٰ کی توثیق کرتے ہوئے امام آیت اللہ خامنہ ای نے یہ قرار دیا کہ امام خمینی کا فتویٰ نافذ العمل رہے گا تا کہ کسی گستاخ کو نبی مکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی دوبارہ جسارت نہ ہو۔[2]

ابتدائے اسلام میں اس مسئلے پر صرف نظر کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے امام ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں کہ :

> ابتدائے اسلام میں تالیف قلب اور لوگوں کو ایک کلمے پر جمع کرنے کی ضرورت تھی لیکن جب اسلام مستحکم ہو گیا اور اسے اللہ نے دیگر ادیان پر غالب کر دیا تو پھر (حکم تبدیل ہو گیا) جس شخص پر قدرت ہوئی اور جس کی شرارت و فتنہ انگیزی مشہور ہو گئی اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا جیسے آپ ﷺ نے ابن خطل کے قتل اور لوگوں کے قتل کا فتح مکہ کے دن حکم دیا (جو بہت فتنہ پرور تھے) یا یہودی سرداروں کو ترکیب سے قتل کرنے کی اجازت دی یا جو لوگ آپ ﷺ کی ایذا رسانی میں لگے رہتے تھے تو جب آپ ﷺ کو ان پر غلبہ حاصل ہوا تو ان کی فطرت اور طبعیٔ شرارت کے باعث آپ ﷺ نے ان کے قتل کی اجازت دی۔
>
> نیز یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ وہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ واضح نہیں تھا کہ ان میں کتنے لوگ کفر کی آلودگیوں سے بالکل پاک ہو چکے ہیں اور کتنے ہنوز ملوث ہیں پھر بھی سارے عرب میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور بظاہر وہ (منافق) نبی کریم ﷺ کے صحابی اور دین اسلام کے اعوان و انصار سمجھے جاتے تھے ایسی صورت میں اگر نبی کریم ﷺ ان کے نفاق

---

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

[2] Muhammad; The Messanger of God and The Law of Blasphemy in Islam and The West: Muhammad Ismile Qureshi

اور ان باتوں کی وجہ سے جو کبھی کبھار ان پر ظاہر ہوتیں یا اس علم کی بناء پر جو نبی کریم ﷺ کو دلی خیالات پر واقفیت حاصل ہونے سے ہوتا تو انہیں قتل کر دیتے تو لازماً اس سے اسلام سے نفرت پیدا کرنے والے کو موقع مل جاتا اور ان کے منہ میں جو آتا کہتے۔ اس سے جاہل لوگ شک میں پڑ جاتے، دشمن جھوٹی باتیں بناتا اور بہت لوگ اسلام قبول کرنے اور آپ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے سے گھبراتے، یا بد گمانی کرنے والا بد گمانی کرتا یا ظالم دشمن یہ خیال کرتا کہ شاید آپ ﷺ نے انہیں کسی عداوت کی بنا پر یا بدلہ لینے کے لیے قتل کرایا ہے

یا اسی طرح کی وہ تکالیف جو کافروں نے آپ ﷺ کو پہنچائیں مگر اس امید پر کہ آیندہ یہ اسلام قبول کر لیں گے آپ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا یا آپ ﷺ نے اس یہودی کو معاف فرمادیا جس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا یا اس اعرابی کو جس نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا یا اس یہودی عورت کو جس نے آپ ﷺ کو زہر دے دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے قتل کرایا اور اسی قسم کی وہ تکلیفیں تھیں جو آپ ﷺ کو اہل کتاب اور منافقین سے پہنچی تھیں، مگر آپ ﷺ نے انہیں اس لیے در گزر فرمادیا کہ انہیں اور دوسروں کو اسلام سے محبت پیدا ہو۔[1]

10۔ اکثر اہل مغرب کو اپنے مذہبی پس منظر اور اپنی مخصوص مذہبی تاریخ کے باعث اس امر کو سمجھنے میں شدید مغالطہ ہے کہ اسلام میں شاتم رسول کی عقوبت قتل کیوں مقرر کی گئی ہے، لیکن باعث حیرت ہے کہ بعض مسلمان بھی مغرب کی اندھی تقلید میں ان وجوہات کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں جن کی بنیاد پر اسلام میں شاتم رسول کی عبرت ناک سزا مقرر کی گئی ہے۔ اسلام اور اسلام کے مزاج و تعلیمات سے ناآشنائی کے سبب ایک غیر مسلم کی قانون توہین رسالت پر تنقید تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اس مسئلہ میں ان مسلمانوں کی اہل مغرب کی بے چون وچرا اطاعت سمجھ سے بالا تر ہے۔ انٹرنیٹ پر غلاظت سے بھرپور مواد میں ایک وافر حصہ ایسے مواد کا بھی ملتا ہے جس میں قانون توہین رسالت کی آڑ میں نبی مہربان ﷺ کی ذات پاک کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ اور بد قسمتی سے چند نام نہاد مسلمان بھی اسی دوڑ میں اہل مغرب سے پیچھے نہیں رہے۔ اس موقع پر یہ وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ قرآن و سنت 'آثار صحابہ، تعامل امت اور محققین کے دلائل کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ وہ کیا وجوہات اور اسباب ہیں جن کی بناء پر شاتم

[1] امام ابن تیمیہ، الصارم المسلول

رسول اسلامی شریعت کی روشنی میں مباح الدم اور واجب القتل ٹھہرایا گیا ہے، یقیناً اس حوالے سے تمام دلائل کا احاطہ ممکن نہیں بہر حال بنیادی عوامل درج ذیل ہیں:

i. **اسلام میں محبت رسول ﷺ کی شرعی و قانونی حیثیت:**

ہر مسلمان نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت کرتا ہے۔ایسی محبت کہ وہ خود اپنی ذات سے بھی اتنی محبت نہیں کر سکتا۔ کسی بھی مذہب یا نظریے کے پیروکاروں کا اپنی مقدس ہستیوں یا لیڈروں سے شدید ذہنی وابستگی اور محبت و عقیدت کا اظہار اور ان کے حوالے سے جذباتی تعلق ایک فطری امر ہے۔ جو کہ انسان کی سرشت میں شامل ہے لیکن اسلام نے محبتِ رسول ﷺ کو ایمان کا معیار مقرر کیا ہے۔ بلکہ محبوب کی فہرست میں نبی ﷺ کا مقام سر فہرست ہونا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اللہ رب العزت نے خود ہی قرآن مجید میں محبت رسول ﷺ کو ایمان کا لوازمہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۲۴

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[1]

قاضی عیاض اپنی مشہور کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں اس آیت کریمہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی محبت واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ سے محبت کرنے پر ابھارا اور تنبیہ فرمائی ہے۔ یہ آیت اس بات پر حجت اور دلیل ہے اور معلوم ہوا کہ آپ کی محبت فرض اور لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جھڑکا ہے جنہیں ان کا مال اور اولاد اور آباء و اجداد اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ پیارے ہوں اور انہیں اپنے اس قول کے ذریعے ڈرایا

[1] سورۃ التوبہ، آیت 24

ہے اور ان کو جتلایا ہے کہ بے شک ایسے لوگ گم کردہ راہ ہیں اور اللہ نے انہیں ہدایت نہیں دی ہے"۔[1]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

" اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ "[2]

بلاشبہ نبی (ﷺ) مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور نبی (ﷺ) کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے بچے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔[3]

اور حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی اس کو ایمان کا مزہ آجائے گا جس شخص سے محبت کرے صرف اللہ کے لئے کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس کو تمام عالم سے زیادہ محبوب ہوں جب اللہ تعالیٰ نے کفر سے نجات دے دی تو پھر کفر کی طرف لوٹنے سے زیادہ آگ میں ڈالے جانے کو اچھا سمجھے۔[4]

---

[1] قاضی عیاض الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ

[2] سورۃ الاحزاب، آیت ٦

[3] سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 67

[4] صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 168

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار نبی کریم ﷺ کو عرض کیا کہ اے نبی ﷺ ! میں آپ کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں سوائے میری جان کے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کو اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ پر قرآن نازل کیا کہ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس پر نبی ﷺ نے فرمایا ا لآن یا عمر---------اب ٹھیک ہے عمر!

اس ضمن میں اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے قبیلہ کی جانب سے حضور ﷺ کے پاس بطور نمائندہ حاضر ہونے والے عروہ بن مسعود کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور اکرم کے ساتھ والہانہ عشق اور وارفتگی کا بیان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔جسے محدثین نے تفصیلاً نقل کیا ہے۔عروہ بن مسعود نے اپنی قوم میں واپس جا کر اصحاب رسول ﷺ کی رسول خدا ﷺ سے محبت کا جو نقشہ پیش کیا وہ کچھ یوں ہے:

"اے لوگو اللہ کی قسم، میں بادشاہوں کے دربار میں گیا، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا، مگر اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد کی یہ تعظیم کرتے ہیں، اللہ کی قسم، جب تھوکتے ہیں، تو وہ جس کسی کے ہاتھ پڑتا ہے، وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کسی بات کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو ان کے اصحاب بہت جلد اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں، جب وضو کرتے ہیں، تو ان کے غسالہ وضو کیلئے لڑتے مرتے ہیں اپنی آوازیں ان کے سامنے پست رکھتے ہیں، نیز بغرض تعظیم ان کی طرف دیکھتے تک نہیں، بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک عمدہ مسئلہ پیش کیا ہے، لہٰذا تم اس کو مان لو"[1]

درج بالا آیات واحادیث میں محبت رسول ﷺ کو ایمان کے ساتھ مکمل پیوست کر دیا گیا ہے جس کے بعد ایسے کسی ایمان کا تصور بھی ناممکن ہے جو حُب رسول ﷺ سے عاری ہو۔ایک ایسی امت جس کے دل میں نبی ﷺ کی محبت اپنی جان سے، اپنے مال و متاع سے، اہل و عیال سے بڑھ کر ہو کیسے توہین رسالت برداشت کر سکتی ہے؟ کیسے اپنے عزیز از جان نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی پر سکون اور ہوش کا دامن تھام سکتی ہے؟ **یہ خود اللہ کی شان کریمی کے خلاف تھا کہ خود اپنے نبی سے محبت کا حکم بھی دیتا اور دوسری طرف گستاخانِ رسول کو شتر بے مہار جیسی آزادی بھی دیتا کہ وہ نبی ﷺ اور اس کے عاشقان کی دل آزاری کریں۔** نبی ﷺ سے والہانہ محبت کا جو پہلو امت محمدیہ میں ہے اس کی کوئی نظیر ملنا محال ہے۔**اس لیے شاتم رسول کی سنگین سزا کا مقرر**

---

[1] صحیح البخاري-الشروط(2583)، سنن أبي داود-الجهاد(2765، سنن أبي داود-السنة(4655، سنن ابن ماجه-الجهاد(2875

کیا جانا حُبِ رسول ﷺ کا لازمی نتیجہ ہے۔ محبت کے تقاضوں میں ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محبوب کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنے والی زبانوں کو لگام دیا جائے۔ اس لیے اسلامی قانون نے یہ راستہ ہموار کیا ہے۔

ii. اسلام میں نبی ﷺ کی تعظیم اور احترام کے بارے میں واضح احکامات:

توہین رسالت پر عدم برداشت کے اسلامی قانون کی دوسری بنیاد نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعظیم اور آپ ؐ کی ذات کی تکریم ہے۔ اسلام رسول ﷺ کی اطاعت وفاداری ہی فرض نہیں کرتا بلکہ ان کا ہر لحاظ سے مکمل ادب واحترام بھی لازم قرار دیتا ہے۔ نبی ﷺ کی شان اقدس میں ذرہ برابر بے ادبی اور آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں خفیف سی بدگمانی بھی ایک مسلمان کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں ناکامی و نامرادی کا سبب بن سکتی ہے اور اس کے زندگی بھر کے تمام نیک اعمال غارت ہو سکتے ہیں۔ اسلام نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کے بارے میں اس قدر محتاط رہنے کی تلقین کرتا ہے کہ اپنی آواز بھی رسول ﷺ کی آواز سے پست رکھی جائے۔ آپ ﷺ کی آواز سے بلند آواز نیکی کے تمام اعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۝ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ۝

(ترجمہ) یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ (اے مسلمانو)، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔ (سورۃ الفتح، آیت 8-9)

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۝ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(ترجمہ) اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (الحجرات 2،1)

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۝ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝

(ترجمہ) تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کر لو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے تم میں سے انھیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنی کتاب "الرحیق المختوم" میں لکھتے ہیں؛

"نبی کریم ﷺ ایسے جمالِ خلق اور کمالِ خلق سے متصف تھے جو حیطہ ء بیان سے باہر ہے۔ اس جمال و کمال کا اثر یہ تھا کہ دل آپؐ کی تعظیم اور قدر و منزلت کے جذبات سے خود بخود دلبریز ہو جاتے تھے۔ چناچہ آپؐ کی حفاظت اور اجلال و تکریم میں لوگوں نے ایسی ایسی فداکاری و جاں نثاری کا ثبوت دیا جس کی نظیر دنیا کی کسی اور شخصیت کے سلسلے میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ **آپؐ کے رفقاء اور ہم نشین وارفتگی کی حد تک آپؐ سے محبت کرتے تھے۔ انہیں گوارا نہ تھا کہ آپؐ کو خراش تک آجائے خواہ اس کے لیے ان کی گردنیں ہی کیوں نہ کاٹ دی جائیں**۔ اس طرح کی محبت کی وجہ یہی تھی کہ عادۃً جن کمالات پر جان چھڑکی جاتی ہے ان کمالات سے جس قدر حصہ وافر آپؐ کو عطا ہوا تھا کسی اور انسان کو نہ ملا۔"[1]

اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس طرح حضور ﷺ کی توقیر و تعظیم آپ (ﷺ) کی حیات میں لازم تھی اسی طرح آپ (ﷺ) کی وفات کے بعد بھی آپ (ﷺ) کا احترام لازم ہے۔ (قاضی عیاض/الشفاء)[2]

یہ تمام آیات اور حادیث و آثار اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ایمان اور ادب بارگاہ مصطفیٰ ﷺ لازم و ملزوم ہیں کہ جو مذہب اپنے ماننے والوں کو رسول ﷺ کا اس درجہ مطیع اور فرماں بردار بناتا ہے کہ رسول ﷺ کی محفل میں اونچی آواز سے بات کرنے، رسول ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آوازے دینے، رسولؐ سے آگے بڑھنے اور رسولؐ کو عام انسانوں کی طرح مخاطب کرنے کو "تمام اعمال کے ضیاع" کے مترادف قرار دے تو پھر پیروانِ محمدؐ سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ کوئی بدبخت آپ ﷺ کی ذات کو (نعوذ باللہ) ہدف طعن و ملامت بنائے اور اسے آزادی اظہار کے نام پر اپنے مکروہ اور شنیع دھندے کو دہرانے کا موقع دیا جائے تاکہ دوسرے بھی اس سے حوصلہ پکڑیں اور پھر توہین کے بازار کو گرم ہونے کا موقع دیا جائے۔

[1] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم

[2] قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ

ایسا ممکن نہیں ہے لہذا ایسی ناپاک جسارت کی بیخ کنی کے لیے اسلامی قانون فوراً حرکت میں آتا ہے اور شاتم رسول ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچا کر احترام رسول ﷺ کے قرآنی تقاضے کی تکمیل کرتا ہے۔

iii. اسلام میں نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ کا واجب الاتباع ہونے کا تصور:

اسلام میں سرور عالم ﷺ کا جو مقام ہے اس کا احاطہ نہ کسی عدالتی فیصلے میں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بشر کے لیے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے مرتبہ ومقام کو ضبط تحریر میں لا سکے۔ خود اللہ رب العالمین ہی کی ذات آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو بہتر جانتی ہے۔

آپ ﷺ کی ذات بابرکات جہاں ایک طرف وحی الٰہی کی شارح ہے 'وہیں دوسری طرف شارع بھی۔ آپ کا ہر قول 'ہر فعل اور ہر عمل اللہ رب العزت کی مرضی و منشاء کا ترجمان ہے۔ اسلام نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زندگی کو انسانیت کے لیے ایک نمونہ بنایا اور مسلمانوں کے لیے آپ (ﷺ) کی پیروی کو خدا کی محبت کا ذریعہ بتایا۔ قرآن مجید کی واضح تصریحات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور سے آج تک تمام مسلمانوں نے بالاتفاق یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن کے بعد قانون کا دوسرا ماخذ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ سنت کے ماخذِ قانون ہونے اور واجب الاتباع ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ امت محمدیہ کا یہ واضح موقف ہے کہ آپ ﷺ کی ذات بحیثیت معلم و مربی، بحیثیت پیشوا و نمونہ تقلید، بحیثیت شارح قرآن مجید، بحیثیت قاضی، بحیثیت حاکم و فرمانروا اور بحیثیت شارع، اتباع اور پیروی کی لازم حیثیت رکھتی ہے۔[1]

بیاں کے روپ میں قرآن تجھ پہ اترا تھا
عمل کے روپ میں قرآں عطا کیا تو نے
(نعیم صدیقی)

جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ رسول ﷺ شارح قرآن بھی تھے اور خدا کے مقرر کردہ شارع بھی ۔ان کا منصب یہ بھی تھا کہ "لوگوں کے لیے خدا کے نازل کردہ احکام کی تشریح کریں" اور یہ بھی کہ " پاک چیزیں لوگوں کے لیے حلال کریں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کردیں"۔ قرآن مجید بار بار اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ رسول ہونے کی حیثیت سے جو فرائض رسول اللہ ﷺ پر عائد کیے گئے تھے اور جو خدمات آپ ﷺ کے سپرد کی گئی تھیں اُن کی انجام دہی میں آپ ﷺ اپنے ذاتی خیالات و خواہشات کے مطابق کام کرنے کے لیے آزاد نہ تھے بلکہ وحی الٰہی کے پابند تھے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ " اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ۚ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس ہے وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں[2]

---

[1] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت

[2] سورہ الانعام، آیت 50

" قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِــعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ آپ کہہ دیجئے! کہ میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے ۔[1] مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ

کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ ٹیڑھی راہ پر ہے۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔[2] اور عقل بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کو خدا کی طرف سے رسول مقرر کیا جائے تو پھر اُسے رسالت کا کام اپنی خواہشات و رجحانات اور ذاتی آرا کے مطابق انجام دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی بلکہ وہ وحی الٰہی اور امر الٰہی کا پابند ہے۔ ابتدائی دور سے لے کر آج تک مسلمان اس امر پر یکسو ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اسلامی انداز فکر اور دین کے اصول واحکام کی جو تشریح فرمائی ہے، اس میں آپ ﷺ کی پیروی ہم پر واجب بھی ہے اور ہمارے ایمان کی بنیاد بھی۔ جو کچھ رسول ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے وہ منع کر دیں اُس سے رُک جاؤ، جس قول و عمل کی سند آپ ﷺ دیں صرف اُسی کو اپنے لیے نمونہ سمجھو، جس کو وہ حق بتائیں اُسی کو معیار حق تصور کرو، جو فیصلہ وہ دیں اُسی فیصلے کی طرف رجوع کرو، ان کے فیصلے کی بظاہر ہی نہیں دل سے تائید کرو، اور پھر اگر اللہ کی محبت مطلوب ہے تو اللہ کے رسول کی اتباع کرو۔[3] یہ وہ اختیارات ہیں جو احکم الحاکمین اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو تفویض کیے ہیں اور یہ ہے دین اسلام میں رسول ﷺ کی اصل حیثیت جسے قرآن اتنی وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

1۔لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُـوْلًا مِّنْ اَنْفُسِـهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ١٦٤

بیشک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا (۱) جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت (۲) سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران 3-164)

2۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٤٤

یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔ (النحل-44)

---

[1] الاعراف، آیت 203

[2] النجم، آیت 2تا4

[3] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت

3۔ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ○

وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں ( )اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بناتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں (الاعراف۔157)

4 ۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔(الحشر-7)

5 ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

ہم نے ہر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔(النساء-64)

6 ۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

اس رسول (ﷺ) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ کی اطاعت کی (النساء-80)

7۔وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ

ہدایت تو تمہیں اس وقت ملے گی جب رسول (ﷺ) کی ماتحتی کرو (النور-54)

8۔لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ○

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے (الاحزاب-21)

9 ۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــرَ بَيْنَــهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِــيْمًا ۝

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ (ﷺ) کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ (ﷺ) ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔(النساء-65)

10۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُــوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَــيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُــوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو (رسول ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔(۱) پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔(النساء-59)

11۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو (آل عمران 31/3)

اسی آیت کے ضمن میں علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی معرکۃ الاراء تصنیف 'خطبات مدراس' میں اتباع رسول ﷺ کی اسی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "آپ ﷺ کی اتباع یعنی آپ کی زندگی کی نقل وعکس کو خدا کی محبت کا معیار بتایا۔ایک لمحہ کے لیے نشۂ دینی سے سرمست ہو کر اپنی جان دینا آسان ہے مگر پوری عمر ہر چیز میں 'ہر حالت میں 'ہر کیفیت میں آپکی اتباع کے پل صراط کو اس طرح طے کرنا کہ کسی بات میں سنت محمدیؐ سے قدم اِدھر اُدھر نہ ہو 'سب سے مشکل امتحان ہے۔ اس اتباع کے امتحان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پورے اُترے اور اسی جذبہ سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مورخین اور ارباب سیر کا یہ اہم فرض قرار دیا کہ آپؐ کی ایک ایک بات، ایک ایک چیز، ایک ایک جنبش کو معلوم کریں 'پچھلوں کو بتائیں تاکہ اپنے اپنے امکان بھر ہر مسلمان اس پر چلنے کی کوشش کرے۔ اس نکتہ سے ظاہر ہو گا کہ آنحضرتؐ کی زندگی ان کے جاننے والوں کی نگاہ میں پوری کامل تھی، تب ہی تو اسکی نقل کو انہوں نے کمال کا معیارِ یقین کیا"۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے آپؐ کی سیرت کے اسی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "چونکہ نوع انسانی کی سعادت و تنویر کا مبداء وجود انبیاء ہے اور حقیقت محمد ان پر سب سے مافوق اور شمس و کواکب اور صباح و مصباح کے معاملے کا حکم رکھتی ہے، اسی لیے حیات قائمہ و دائمہ کا نورالانوار اور مصباح المصباح وہی دائرہ ٹھہرا" اور مزید فرمایا کہ "قرآن کے بعد اگر کوئی اور ہستی لوح محفوظ ہو سکتی ہے تو وہ صرف وہی روح اعظم و خالد ہے جس کے ذکر کو خود قرآن نے اپنی آغوش حفظ و صیانت میں ہمیشہ کے لیے لیا ہے"۔ اس ضمن میں خود نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہی کافی وشافی ہے کہ

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔)

لہذا اس دین کی بنیاد نبی مہربان ﷺ کی ذات کی اتباع پر ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ذات شریعت کا منبع و مصدر اور ماخذ قانون ہو اور جو ذات امت محمدیہ کے ہر فرد کے لیے مشعل راہ ہو اس کی تضحیک و ہرزہ سرائی کو برداشت کیا جائے؟ نبی کریم ﷺ کو بطور کامل نمونہ تسلیم کرتے ساتھ ہی یہ امر خود بخود لازم ٹھہرتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات پر الزام تو درکنار کوئی ادنیٰ سا

شائبہ بھی اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے لیے کافی ہے اس لیے شریعت کی حفاظت کے لیے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اور ناموس کی حفاظت فرمائی جاتی اسی لیے شریعت نے گستاخی رسول (ﷺ) کے معاملے میں عدم برداشت کا رویہ اپنایا۔ **یہ بات سمجھنا قطعاً مشکل نہیں ہے کہ اگر موجودہ دور میں ایک ریاست اپنے بانیوں اور آزادی کے لیڈروں کے احترام کی حفاظت کرتی ہے اور جس طرح ریاست کے دستور کو پامال کرنے والا باغی ٹھہرتا ہے اور جس طرح ریاست کے خلاف کام کرنے والا ریاست کا دشمن اور غدار تصور ہوتا ہے، افواج کو بدنام کرنے والا اور عدلیہ کی تضحیک کرنے والا سخت سزا کا مستحق تو آخر کیا وجہ ہے کہ وہ دین جس کی بنیاد ہی نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اس کی حرمت و تقدس کی حفاظت کے لیے مناسب اقدام نہ کیا جاتا؟**

iv. اسلام میں رسول پاک ﷺ کی ابدی اور عالم گیر راہنمائی کا تصور:

مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید پوری انسانیت اور تا قیامت ہر زمانے کے لیے خدا کی آخری الہامی کتاب اور راہ نمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے اسی طرح آپ ﷺ کی رسالت بھی تمام انسانوں کے لیے تاابد ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ ہمارا زمانہ اگرچہ عہد نبویؐ سے چودہ صدیوں کے فاصلے پر واقع ہے لیکن درحقیقت یہ اُسی عہد کا حصہ اور تسلسل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کسی قوم کی طرف نہیں بلکہ ساری انسانیت کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ ہماری اکیسویں صدی کے لیے بھی اسی طرح رسول ہیں جس طرح چھٹی صدی کے تھے۔ **مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ** نے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

> **"قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ جس طرح وہ خود ایک خاص زمانے میں، ایک خاص قوم کو خطاب کرنے کے باوجود ایک عالم گیر اور دائمی ہدایت ہے، اسی طرح اس کا لانے والا رسول ﷺ بھی ایک معاشرے کے اندر چند سال تک فرائضِ رسالت انجام دینے کے باوجود تمام انسانوں کے لیے ابد تک ہادی اور راہ نما ہے۔ جس طرح قرآن کے متعلق یہ فرمایا**
>
> **وَأُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۝**
>
> **اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں (الانعام-19)**
>
> **ٹھیک اسی طرح قرآن کے لانے والے رسول ﷺ کے متعلق بھی یہ فرمایا گیا ہے کہ:**

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں پر اور زمین میں ہے۔ (الاعراف-158)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (سباء-28)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(لوگو) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں (ا) لیکن اللہ تعالی کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں (الاحزاب-40)

اس لحاظ سے قرآن مجید اور محمد ﷺ کی راہ نمائی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر وقتی اور محدود ہیں تو دونوں ہیں، اگر دائمی اور عالمگیر ہیں تو دونوں ہیں۔"[1]

اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ دونوں دائمی اور عالم گیر ہیں یہی وجہ ہے کہ جو ہستی دائمی، عالم گیر اور اکملیت و جامعیت کے بے مثال اوصاف سے متصف ہو، اس شخصیت کے وقار، تقدس، حرمت اور شان میں کوئی تنقیص برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ کا مزاج یہی ہے کہ سلسلہ انبیاء کے آخری فرد، شاہد و مبشر، داعی و نذیر اور سراج منیر ﷺ کی ذات کے تقدس کی حفاظت کی جائے۔ آپ ﷺ کی ذات کی عالم گیریت کی بابت مولانا سید سلمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ "ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر انسانی گروہ اور ہر انسانی حالت کے مختلف مواقع پر ہر قسم کے صحیح جذبات اور مکمل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔[2]" مزید کہتے ہیں "اسلام ان تمام انسانوں کو سنتِ نبوی ﷺ کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اسلام مختلف طبقاتِ انسانی کے لیے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے، جو ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسلام کے صرف اسی نظریے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت میں جامعیت۔ یعنی انسانوں کے ہر طبقے اور گروہ کے لیے اس سیرت میں نصیحت حاصل کرنے کے مواقع اور عمل کے لیے درس اور سبق موجود ہے۔" اس پر مزید کہتے ہیں "پیدائش، دودھ پینے

[1] مولانا سید ابوالاعلی مودودی، سنت کی آئینی حیثیت

[2] مولانا سید سلمان ندوی، خطبات مدراس

کی عمر، بچپن، ہوش و تمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، دوست احباب، نبوت سے پہلے قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غارِ حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، طائف کا سفر، معراج کا واقعہ، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے حوالہ سے خط و کتابت، اسلام کی اشاعت، تکمیلِ دین، حجۃ الوداع، وصال، ان میں سے کون سا زمانہ ہے جو انسانوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپ ﷺ کی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں۔ اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح و جنگ، سفر و حضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بول چال، خلوت و جلوت، ملنا جلنا، طور طریق، رنگ و بو، خد و خال، قد و قامت، یہاں تک کہ بیوی سے خانگی تعلقات اور نجی معاملات بھی پوری روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اور معلوم و محفوظ ہیں۔[1]"

آگے فرماتے ہیں" حضور ﷺ محفل میں ہوں یا اکیلے ہوں، مسجد میں ہوں یا میدانِ جہاد میں، رات کے آخری اوقات میں نماز میں مصروف ہوں یا عین میدانِ جنگ میں فوجوں کی درستگی میں، منبر پر ہوں یا گوشہ تنہائی میں، ہر قوم اور ہر شخص کو حکم تھا کہ جو کچھ آپ ﷺ کی حالت اور کیفیت ہو وہ سب منظر عام پر لائی جائے۔ ایک طرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن آپ ﷺ کے ذاتی اور گھریلو حالات سنانے اور بتانے میں مصروف رہیں اور دوسری طرف اصحابِ صفہ رضی اللہ عنھم عقیدت مند شاگردوں کی طرح شب و روز ذوق و شوق کے ساتھ آپ ﷺ کے حالات دیکھنے اور دوسروں سے ان کو بیان کرنے میں مصروف رہتے رہے۔ مدینے میں رہنے والی آبادی دس برس تک مستقل آپ ﷺ کی ایک ایک حرکت و سکون اور ایک ایک جنبش کو دیکھتی رہی۔ غزوات اور لڑائیوں کے موقع پر ہزار ہا صحابہ کو شب و روز آپ ﷺ کی زندگی کا کون سا پہلو ہو گا جو پردے میں رہا ہو گا اور اس پر بھی ایک شخص تک کو بلکہ بڑے سے بڑے دشمن اور مخالف کو پوری چھان بین، تلاش اور کوشش کے بعد بھی آپ ﷺ پر انگلی اُٹھانے کو کوئی موقع نہ مل سکا۔"[2]

<u>ایسی ہستی جو چہار دانگ عالم کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہو، جو قیامت تک کامل ترین اور موزوں ترین ہدایت نامہ زندگی کی حامل ہو۔ جو اپنی ذات میں اکملیت و جامعیت کے اُس منبر پر فائز ہو جہاں بشریت کی رسائی محال ہو، جہاں کسی ترمیم اور اضافے کی ضرورت ختم ہو جائے اور انسانوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ جو سارے زمانوں، سارے جہانوں، سارے گروہوں، طبقوں، قوموں، نسلوں اور علاقوں کے لیے رحمتِ کامل بن جائے۔ جس کی ایک ایک ادا کی نقل انسانیت</u>

---

[1] مولانا سید سلمان ندوی، خطبات مدراس

[2] مولانا سید سلمان ندوی، خطبات مدراس

کی فلاح اور معراج کی دلیل بن جائے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آزادیٔ فکر و خیال و اظہار کے لبادے میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی تضحیک کے مکروہ دھندے کی اجازت دی جائے؟

منصبِ رسالت ﷺ کی اسی جامعیت و اکملیت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا پیر کرم علی شاہ الازہریؒ، سابق جج شریعت اپیلیٹ بینچ، عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے فرمایا:

"جو انسان اسلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے یا حضور اکرم ﷺ کے دامنِ حیات کو رزائل سے آلودہ کرنے کی کوشش کرتا ہے جن سے نسلِ آدمؑ کو پاک کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اپنی ساری زندگی وقف کر دی، وہ صرف مسلمانوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ ساری انسانیت پر ظلم کرتا ہے۔ وہ حق کی جستجو کرنے والوں کے لیے منزلِ حق تک پہنچنے والے تمام راستوں کو مسدود کرنے کی مذموم کوشش میں مصروف ہے۔ وہ نہ اپنی ذات کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی اپنے مذہب اور ملت کا ہمدرد۔ وہ ساری انسانیت کا قاتل ہے اور اس کے دستِ جفا کو روکنا ہمارا حق ہی نہیں فرض بھی ہے"۔[1]

نبی کریمؐ سے مسلمانوں کی والہانہ محبت و وابستگی کا اعتراف نپولین بوناپارٹ کی اپنی انتظامیہ کو جاری کردہ اس ہدایت سے بھی ہوتا ہے جس میں اس نے اپنی انتظامیہ کو خبردار کیا کہ وہ مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلائیں کہ وہ قرآن مجید سے محبت اور نبی کریمؐ سے عقیدت رکھتے ہیں، ورنہ اس ضمن میں بلا سوچے سمجھے ایک چھوٹا سا ادا کیا گیا لفظ یا اقدام سالہا سال کی محنت کو رائیگاں کر سکتا ہے۔[2] نپولین بوناپارٹ جب ۱۷۹۹ میں مصر سے واپس جانے لگا تو اس نے جاتے ہوئے مصر پر قابض اپنی فرانسیسی انتظامیہ کو ہدایت کی:

ترجمہ: "ہمیں مسلمانوں کو نہایت احتیاط سے یہ باور کروانا ہے کہ ہم قرآن مجید سے محبت کرتے ہیں اور رسول ﷺ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بلا سوچے سمجھے کہا گیا ایک لفظ یا معمولی سا عمل ہماری سالہا سال کی جدوجہد پر پانی پھیر سکتا ہے۔"

"One must take great care to persuade the Muslims that we love the Quran and that we

[1] بحوالہ ضیاء النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۸ جلد نمبر ششم پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

[2] John V. Tolan: European Account of Muhammad's Life : Muhammad Edited by: Andreas Gorke: Volum-IV: Page 287

venerate the Prophet. One thoughtless word or action can destroy the work of many years.” (Articale John V. Tolan European Account of Muhammad’s Life. Muhammad Edited by: Andreas Gorke. Volum-IV, Page 287.

v. وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ :[1]

یہ بات اظہر من شمس ہے کہ محمد دنیا کا مقبول ترین نام ہے۔ اک سروے کے مطابق دنیا میں پندرہ کروڑ سے زائد افراد کا نام محمد ہے۔ بہر حال دنیا کے بہت سے ممالک میں مردوں کے ناموں کے شروع، درمیان یا آخر میں محمد کا نام نامی ضرور ملتا ہے۔ ہر مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مقام محمود، حوض کوثر، مرتبہ شفاعت، تمام انبیاء واصفیاء پر برتری اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں رسول خدا ﷺ کو عطا ہوں گی۔ اسی حقیقت کی طرف رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

"وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دے گا اور تو راضی وخوش ہو جائے گا اور

" اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے۔ پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔"[2]

ورفعنا لک ذکرک کے وعدے کی تکمیل کی ہی ایک صورت یہ ہے کہ ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر گھڑی دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے کروڑوں مسلمان نبی کریمؐ اور آپؐ کی آل پر درود وسلام بھیجنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ آپؐ کا نام نامی کانوں سے ٹکراتے ہی لبوں پر درود وسلام کے پروانے جاری ہو جاتے ہیں، نگاہیں جھک جاتی ہیں اور قلب وذہن پر عقیدت ومحبت کی ایک دلنشین کفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ فضیلت صرف آپؐ کی ذات کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ آپؐ وہ واحد ہستی ہیں جن کو یہ مقام حاصل ہے۔ بقول مولانا ظفر علی خانؒ

فرش پر تیرے ہمہمے، عرش پر تیرے زمزمے
بھیج رہی ہے کائنات تجھ پہ سلام اور صلوۃ

---

[1] سورۃ الضحی
[2] سورہ الکوثر

امام احمد رضا بریلویؒ نے اپنے انتہائی روح پرور کلام کے ذریعے حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں اپنے شیریں ولاجواب انداز میں درود و سلام بھیج کر کروڑوں مسلمانوں کو سالہا سال سے تسکین و سرور کی کیفیت میں دلشاد کر رکھا ہے، جو کہ یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن دُرود	گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسرا کے دولہا پہ دائم دُرود	نوشۂ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام
عرش کی زیب وزینت پہ عرشی دُرود	فرش کی طیب و نُزہت پہ لاکھوں سلام
نورِ عینِ لطافت پہ اَلطف دُرود	زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام
نقطۂ سرّ ِوحدت پہ یکتا دُرود	مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد دُرود	ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور	بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قُدسی کہیں ہاں! رضاؔ	مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ورفعنالک ذکرک کے باب میں آپ ﷺ کی عظمت و کردار کا اعتراف عرب تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ ساری دنیا کے عظیم دانشور اور مفکر جو پیروان دین اسلام نہیں وہ بھی محمد سرورِ عالم ﷺ کی عظمت و رفعت کے برملا اعتراف اور آپ ﷺ کی حمد وستائش پر مجبور ہیں۔ تھامس کارلائن، نپولین، والٹیر، ژاں ژاک روسو، برناڈ شا، ایچ جی ویلز، گوئٹے، مسز اینی بیسنٹ، ایس مار گولیتھ، ڈاکٹر لین پول، مائیکل ایچ ہارٹ، ہزہائی نس، مہاراجہ نرسنگھ گڈھ، مانگ تونگ، شری متی کملا دیوی، پروفیسر لکھویتی فراق، پنڈت امرناتھ زتشی دیال، بھگت راؤ ایڈووکیٹ، راج پال، گاندھی جی اور ان گنت مفکرین نے اپنے اپنے انداز میں نبی کریمؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبیؐ کا ذکر ہمیشہ کے لئے بلند کر دیا ہے اور آپؐ کی ذات گرامی کی تاثیر سے ہر دور کے، زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد متاثر ہوتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ رواں دواں رہے گا۔

ورفعنالک ذکرک کے باب میں امت مسلمہ کا ایک بڑا کارنامہ نعت نگاری اور نعت گوئی ہے۔ یہ اللہ رب العزت کے اُسی وعدے کی تکمیل ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب سرورِ کائنات ﷺ کا ذکر ہر انداز، ہر طور اور ہر صنف میں بلند کرے گا۔ نعت نگاری امت محمدیہ کا ایک ایسا خاصہ ہے جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ امتِ مسلمہ کے ہر اہل قلم، اہل ادب اور اہل زبان کی یہ کوشش، تمنا اور آرزو رہی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں اعلیٰ سے اعلیٰ شعری کاوش بصورتِ نعت پیش کرے۔ بقول عاشقِ رسول ﷺ[1]، **نعت حضور ﷺ کے نہایت پاکیزہ و سنجیدہ تذکار اور آپ ﷺ کے لیے والہانہ**

[1] نعیم صدیقی، نعتیہ مجموعہ

فدائیت کی آئینہ دار ہوئی۔ حضور ﷺ کے معجزوں کا بیان، حضور ﷺ سے تعلق، ایات قرآنی کی تلمیحات، سیرت کے نمایاں واقعات کا تذکرہ، نبی کریم ﷺ کے ارشادات، میدان جنگ میں آپ ﷺ کی بہادری، آپ ﷺ کے گوناگوں اعلیٰ اوصاف نیز نعت گو کا اعتراف گناہ اور طلب بخشش و شفاعت، ہجر و فراق کے درد اور قرب و وصال کی آرزو کا اظہار نعت کا لازمی حصہ بن گئے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو نعت گوئی کی ترغیب دی، اچھے نعت خواں صحابہ کی تعریف و تحسین کی، اور اس طرح شاعر رسول حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ لاکھوں کروڑوں نعت نگاروں تک محیط ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ برصغیر میں ذکر رسول کو بلند کرنے کا سہرا تقریباً ہر بڑے شاعر کو جاتا ہے۔ رومی و سنائی، بیدل اور نظیری، حافظ اور سعدی، غالب اور امیر خسرو سے لے کر مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خان تک ہر پیرائے میں درخشاں نعتوں کے انبار لگائے گئے۔ علامہ محمد اقبالؒ کی تو پہچان ہی عشق رسول ﷺ میں ڈوبے نعت کے میدان میں بے نظیر اشعار بن گئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ شاعروں کے نظریات اور افکار اور ادبی مکتبہ فکر کا تنوع اور اختلاف، طبعیتوں کا رجحان اور میلان میں دوری، انداز اور بیان میں تفاوت اپنی جگہ لیکن جب بات نعت کی ہو تو ہر کسی نے ایک جذبہ بے تاب کے ساتھ وادی سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ غرض نعت ایک ایسا نکتہ ءاتحاد ہے جس نے مشرق و مغرب کے بعد اور دوری کو عشق و محبت کی ایک ہی کشتی میں سوار کر دیا۔ نعت کے میدان میں بڑے بڑے شعراء نے بھی اپنی بے بسی اور کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ کی تعریف سے ہم اپنے آپ کو تہی دامن پاتے ہیں، الفاظ کا سمندر خشک پڑ جاتا ہے لیکن تعریف کا بیان پیاسا ہی رہتا ہے۔ ہمارے شعراء کے کلام میں ورفعنالک ذکر ک کے باب میں ایسے اشعار بکثرت ملتے ہیں جن میں عشاق مصطفٰی نے اس صداقت عظمیٰ کی گواہی دی ہے کہ مقام رسول ﷺ خدا ہی کے علم میں ہے اور انسان کا قلم و زباں اُس کا ادراک و احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ امت محمد یہ جس ہستی کی تعریف اور توصیف کو اپنی زندگی کا ماحاصل سمجھتی ہو وہ اُمت کیسے گوارہ کر سکتی ہے کہ اُس مقدس ہستی اور اس سے منسوب ازواج مطہرات اور اس کے ساتھی اصحاب کرام پر حرف گیری کی کوئی جراءت کرے۔ ان کے ادبی ذخائر اور اشعار سے بہتی محبت، رواں جذب دروں اور پُر کیف، پُر لطف الفاظ کا سیل رواں کسی ذی ہوش کے لیے امت کے مؤقف بر ناموس رسالت کی گہرائی اور گیرائی کو سمجھنے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔

وَاَبْیَضَ یَستَسْقَیٰ الْغَمَا مُ بِوَ جْھِہٖ
وُہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کے
واسطے سے اَبرِ رحمت کی دُعائیں مانگی جاتی ہیں،
ثِمَالَ الْیَتٰمٰی ! عِصْمَۃً لّلَا رَامِلٖ

وُہ یتیموں کا سہارا وُہ بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست

(حضرت ابُو طالب)

وَاَحسَنُ مِنکَ لَمۡ تر قَطُّ عَینِی

یارسول اللہ ﷺ میری آنکھ نے آپ جیسا خوبصورت ترین پیکر نہیں دیکھا

وَ اَجۡمَلَ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِسَاءُ

اور آپ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی ماں نے جنم نہیں دیا

خُلِقۡتَ مُبَرّ اءً مِنۡ کُلِّ عَیۡبٍ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے

کَاَنّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَا ءُ

گویا کہ آپ حسب مرضی پیدا ہوئے

(حضرت حسان بن ثابتؓ)

یَا صَاحِبَ الجَمالُ وَ یَا سَید البشَر

اے صاحب الجمال ﷺ اور اے انسانوں کے سردار ﷺ

مِن وَجہ کَل مُنِیر لَقَد نُورَا لقَمَر

آپ ﷺ کے رخِ انور سے چاند چمک اٹھا

لَا یمیکنُ الثّنا ءُ کَما کَانَ حَقُّہ

آپ ﷺ کی ثنا کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں

بَعداز خُدابزرگ توئی قصہ مختصر

قصہ مختصر یہ کہ خدا کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ ہیں

(مولانا عبدالرحمن جامیؒ)

بَلَغ العُلٰے بِکَمَالِہ

پہنچے بلندیوں پہ، وہ ﷺ اپنے کمال سے

کَشفَ الدجیٰ بَجَمالِہ

آپ ﷺ کے حسن و جمال سے تمام اندھیرے دور ہو گئے

حَسُنَت جمِیعُ خِصالِہ

آپ ﷺ کی سبھی عادات مبارکہ اور سنتیں بہت پیاری ہیں

صَلّوا علیہِ وآلِہ

آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر سلام ہو

(شیخ سعدیؒ)

غَر یبَم یَا رسُول اللہ غَرِیبَم

یارسول اللہ ﷺ میں انتہائی غریب ہوں
نَدارَم دَر جَہاں جُز تو حَبیبَم
اس دنیا میں آپ ﷺ کے سِوا میرا کوئی حبیب نہیں ہے
مَرضَ دَارم زعصیَاں لادَوائے
میں گناہوں کے ایسے مرض میں مبتلا ہوں جس کا کوئی علاج نہیں ہے
مگر اَلطافِ تَو بَاشد طَبیبَم
مگر یہ کہ آپ ﷺ کی مہربانیاں ہی میری طبیب ہیں
برَیں بَازم کہ ہَستم اُمّت تَو
بس مجھے اسی پر ناز ہے کہ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں
گُہنگارم وَ لیکن خُوش نصیبَم
بے شک میں گنہگار ہوں لیکن خوش نصیب ہوں

(عبدالرحمٰن جامیؒ)

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
اے بادِ نسیم جب تراشہرِ بطحا سے گزر ہو، میرے احوال (حالات) سرکار کی خدمت میں بیان کرنا
ببر ایں جان مشتاقم بہ آں جا
فدائے روضہ خیر البشر کن
میری جان یہ اشتیاق رکھتی ہے (مشتاق ہے) کہ جاکر روضۂ خیر البشر فدا ہو جائے
توئی سلطان عالم یا محمد!
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جہان کے بادشاہ ہیں، میری جانب بھی اک لطف و کرم کی نظر ہو
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفت
خدایا ایں کرم بار دگر کن
جامی کو گرچہ یہ شرف حاصل ہے کہ اس پر لطف ہوا، اے خدا یہ کرم بارِ دگر (بار بار یا دوبارہ) بھی ہو

(عبدالرحمٰن جامیؒ)

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری حب رسول ﷺ کی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ ان کی یہ شہرہ آفاق رباعی، حضور ﷺ سے گہری عقیدت و محبت کا بے مثل نمونہ ہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفٰے ﷺ پنہاں بگیر

"اے باری تعالیٰ! تو دونوں جہانوں سے غنی ہے۔ میں تو ایک فقیر ہوں۔ میری التجا ہے کہ قیامت کے روز میرے عذر، میرے جواز، میری کوتاہیاں قبول فرمالے۔ اور اگر تو میرا نامۂ اعمال دیکھنا ضروری ہی خیال کرتا ہے تو میرے نبی پاکؐ حضرت محمدؐ کی نگاہوں سے بچا کر دیکھ۔"

وہ دانائے سُبل ختم الرُسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

(علامہ اقبالؒ)

الٰہی بحقِ رسول تہامی　　　ہر اِک فرد انساں کا تھا جو کہ حامی
جسے دور نزدیک تھے سب گرامی　　　برابر تھے مکی و زنگی و شامی
شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نبایا
بُروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا

(مولانا الطاف حسین حالی)

حبیب داور، غریب پرور، رسول اکرم ﷺ، کرم کے پیکر
کسی کو در پے بلا رہے ہیں، کسی کے خوابوں میں آرہے ہیں

میں اپنے خیر الوریٰ کے صدقے، انہی کی شان عطا کے صدقے
بھرا ہے عیبوں سے میرا دامن، حضور ﷺ پھر بھی نبھار ہے ہیں

بنے گا جانے کا پھر بہانہ، کہے گا آکر کوئی دیوانہ
چلو نیازی چلو مدینے، مدینے والے بُلا رہے ہیں

(مولانا عبدالستار نیازی)

عمل کی میرے اساس کیا ہے　　　بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت　　　میرا تو اک آسرا یہی ہے
یہی ہے خالد اساس رحمت　　　یہی ہے خالد بنائے عظمت
نبی ﷺ کا عرفان زندگی ہے　　　نبی ﷺ کا عرفان بندگی ہے

(خالد محمود خالد)

11۔ اسلامی معاشرہ اپنے مزاج کے اعتبار سے رواداری اور تکثیریت کا حامل رہا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں کہیں بھی مسلمانوں نے حکومت کی وہاں کے دیگر مذاہب، ثقافت اور وہاں کے اقلیتی گروپوں کے حقوق کی مکمل حفاظت کی۔ عباسی دور میں بغداد اور اموی دور میں اسپین میں یہودیوں کو جو آزادی حاصل رہی وہ زبان زد عام ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ، تاریخی اعتبار سے مسلمان معاشرہ تکثیرت اور رواداری اور مذہبی برداشت کا آئینہ رہا ہے۔

مسلمانوں کا توہین رسالت کا قانون ایک الگ شناخت اور حیثیت رکھتا ہے۔ اور اسے مغرب کے توہین مذہب کے قانون سے تقابل کرنا درست نہیں ہے۔ **مسلمانوں کے قانون توہین رسالت کا بنیادی مقصد رہنمائی اور ہدایت کے اس سر چشمہ کی حفاظت ہے جو دراصل اسلام کے قانونی، دستوری، معاشرتی، معاشی اور ثقافتی و تہذیبی عمارت کی اساس ہے۔ اور اس رہنمائی اور ہدایت کی حفاظت کے مقصد کے پیش نظر منشاء خداوندی سے نبی کریم ﷺ کی محبت جاگزیں ہے جیسے دل کے ساتھ دھڑکن اور سانس کے ساتھ زندگی وابستہ و پیوستہ ہے۔**

اب تک کم از کم یہ حقیقت مترشح ہو چکی ہے کہ قانون توہین رسالت، جیسا کہ اب پاکستان میں نافذ ہے، نہ تو کسی مذہبی جنون کا شاخسانہ ہے اور نہ ہی کسی مخصوص طبقہ فکر یا گروہ کے مفادات کا حامل، بلکہ یہ قانون اسلام کی منشاء اور روح کا عکاس ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے مفید ہوگا کہ ہم پاکستان کے قانون توہین رسالت کے ارتقاء پر ایک نظر ڈالیں۔

1860 میں جب مجموعہ تعزیرات ہند، انگریز نے پہلی بار نافذ کیا تو اس وقت بھی اس میں ایک مستقل باب نافذ العمل کیا گیا جو **مذہب سے متعلق جرائم** پر مشتمل تھا۔ اس سے کم از کم یہ بات تو عیاں ہوتی ہے کہ مذہب سے متعلق جرائم اس وقت بھی مجموعہ تعزیرات پاکستان کا حصہ تھے اور اس قانون کے تحریر کرنے اور نافذ کرنے والوں نے بھی مذہب سے متعلقہ جرائم کو 1860ء میں اس قانون کا لازمی حصہ رکھا۔ ابتدائی طور پر باب 15 میں چار دفعات 296، 295، 297 اور 298 وضع کی گئیں جو کہ **کسی کے مذہبی مقدس مقامات کی توہین اور نقصان پہنچانے، کسی مذہبی تقریب کو مداخلت کرنے، قبرستان پر قبضہ کرنے اور کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے جرائم کی تنفیذ تھی**۔ اس وقت سے لے کر آج تک تقریباً ڈیڑھ صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود وہ قوانین آج بھی موجود ہیں اور برصغیر کی عدالتوں سے لے کر برطانوی پریوی کونسل تک سینکڑوں مقدمات میں ان قوانین/دفعات کی تشریح اور عمل درآمد ہو چکا ہے اور قانون کی ہر کسوٹی پر یہ دفعات پوری اُتری ہیں۔ پی پی سی کے باب پندرہ (xv) کے

اصلی حصے جو اُس مذہبی جرائم سے متعلق قانون کے لیے بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں۔ درج ذیل ہیں:

دفعہ 295: عبادت گاہ کو کسی فرقے کے مذہب کی توہین کے ارادے سے بے حرمت کرنا یا اس فرقے کے ماننے والوں کے جذبات مجروح کرنا

جو کوئی بھی کسی بھی عبادت گاہ کو تباہ کرتا ہے اسے نقصان پہنچاتا ہے یا اس کی بے حرمتی کرتا ہے یا وہ کسی بھی جماعت کے لوگوں کی کسی متبرک شے کی بے حرمتی اس خیال سے کرتا ہے کہ اس سے ان لوگوں کی توہین ہو گی، یا وہ ایسا اس نیت سے کرتا ہے کہ اس کے اس فعل سے وہ لوگ اس قسم کی تباہی، نقصان یا بے حرمتی کو اپنے مذہب کی توہین تصور کریں گے، ایسا شخص دو قسم کی سزا کا مستوجب ہو گا، یا تو اسے قید کی سزا دی جائے گی جو دو سال تک کی ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ ہو گا یا پھر اسے قید اور جرمانہ دونوں ہوں گے۔

دفعہ 296: مذہبی اجتماع میں مداخلت کرنا

جو کوئی بھی مذہبی عبادت کے دوران از خود کسی مذہبی اجتماع میں مخل ہوتا ہے یا مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مداخلت کرتا ہے تو اس کے لیے جن دو سزاؤں کی صراحت کی گئی ہے ان میں سے کوئی ایک سزا، جو ایک سال تک کی قید بھی ہو سکتی ہے دی جائے گی یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا قید اور جرمانہ دونوں ہوں گے۔

دفعہ 297: قبرستانوں وغیرہ میں مداخلت بے جا

جو کوئی بھی کسی فرد کے جذبات مجروح کرنے کی نیت رکھتا ہے یا کسی شخص کے مذہب کی توہین کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یا وہ کوئی کام اس لیے کرتا ہے کہ اس کے اس فعل سے کسی شخص کے جذبات مجروح ہو سکتے ہیں یا اس سے کسی شخص کے مذہب کی توہین ہو گئی، یا کسی کی عبادت گاہ میں مداخلت بے جا کا مرتکب ہوتا ہے، کسی بت خانے میں مداخلت کرتا ہے، یا کسی جنازہ گاہ کی مخصوص زمین میں مداخلت کرتا ہے یا جو جگہ قبرستان کے لیے مختص کی گئی ہو اس میں دخل بے جا کا مرتکب ہوتا ہے، کسی انسانی لاش کی بے حرمتی کرتا ہے، یا جنازہ کی رسومات میں شریک کسی شخص کے کام میں دخل دیتا ہے تو ایسا شخص کسی ایک سزا کا مستوجب ہو گا یا تو اسے ایک سال تک قید کی سزا دی جائے گی یا جرمانہ کیا جائے گا یا قید اور جرمانہ دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

دفعہ 298: مذہبی جذبات مجروح کرنے کے لیے جان بوجھ کر ایسی زبان وغیرہ کا استعمال

جو کوئی بھی کسی شخص کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی نیت سے ایسی زبان استعمال کرتا ہے یا کسی کو سنانے کے لیے ایسی آواز نکالتا ہے یا کسی کو دکھا کر کوئی ایسا اشارہ کرتا ہے،

یا کوئی ایسی شے اس جگہ رکھ دیتا ہے جہاں سے وہ اس شخص کو نظر آرہی ہو، تو ایسے شخص کو ایک سال تک کی قید یا جرمانہ کی شکل میں کوئی ایک سزا دی جاسکتی ہے یا قید اور جرمانہ دونوں۔

برطانوی سامراج نے بعد کے حالات میں اس بات کی مزید ضرورت محسوس کی کہ اُس باب میں قانون سازی کو مزید وسعت دی جائے اور 1927ء میں ترمیم کے ذریعے دفعہ 295–اے ایزاد کیا گیا۔ جس کی رو سے دانستہ طور پر بدنیتی کے ساتھ کسی کے مذہب اور مذہبی عقائد پر گستاخانہ حملہ چاہے الفاظ، تحریری یا زبانی کی صورت میں ہو یا مظاہر کے ذریعے سے ہو، جرم قرار دیا گیا۔

دفعہ 295A کا اضافہ: کسی بھی جماعت کے مذہب یا مذہبی اعتقادات کی توہین کے لیے دانستہ معاندانہ فعل کا مرتکب ہونا

جو کوئی بھی جان بوجھ کر بدنیتی کے ساتھ کسی جماعت کے لوگوں کے مذہبی جذبات کو الفاظ سے مشتعل کرے، خواہ الفاظ زبان سے ادا کیے جائیں یا تحریر میں لائے جائیں، یا نظر آنے والے کسی مجسمے یا تصویر کے ذریعے ایسا کرنے کا مرتکب ہو، اس جماعت کے مذہب یا مذہبی اعتقادات کی توہین کرے وہ کسی ایک سزا کا مستوجب ہوگا جو دو سال تک قید بھی ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جاسکتا ہے یا قید اور جرمانہ دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

پاکستان کے قیام کے بعد 1982ء میں ایک ترمیم کے ذریعے 295 بی کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے قرآن مجید کی بے حرمتی کو جرم قرار دیا گیا۔

دفعہ 295B: قرآن حکیم کی بے حرمتی وغیرہ

جو کوئی بھی عمداً قرآن حکیم کے کسی نسخے کی بے حرمتی کرتا ہے، اسے نقصان پہنچاتا ہے، اس کی توہین کرتا ہے یا اس کے کسی حصے کی توہین کرتا ہے یا اسے تحقیر آمیز طریقے سے استعمال کرتا ہے یا اسے کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے ایسے شخص کو عمر بھر قید سزا دی جائے گی۔

بعد ازاں 1986ء میں اسی باب میں مزید توضیح اور اضافہ کرتے ہوئے توہین رسالت کے جرم کا اضافہ کرتے ہوئے دفعہ 295 سی کا اضافہ کیا گیا، جو کہ نبی ﷺ کے دور سے لے کر پاکستان میں از سر نو نفاذ بشکل قانون 295 سی تک ہمیشہ رائج و نافذ رہا ہے۔

دفعہ 295C: آں حضرت ﷺ کی شان میں گستاخی یا توہین آمیز رائے کا اظہار

جو کوئی بھی آں حضرت ﷺ کے مقدس نام کی توہین زبانی یا تحریری الفاظ میں کرتا ہے، یا نظر آنے والی تصاویر یا باتوں کے ذریعے یا بہتان تراشی، طعن و تعریض کے ذریعے، بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ سزائے موت کا مستوجب ہو گا یا اسے عمر قید کی سزا ہو گی اور اسے جرمانہ ہو جائے گا۔

اس قانون میں دو سزائیں تجویز کی گئیں، سزائے موت یا عمر قید سزا، چونکہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا "عمر قید "اسلامی قانون کے خلاف تھی، لہذا سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ جناب محمد اسماعیل قریشی نے اس قانون کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت ہے اور حد کی سزا میں کسی کو کمی یا بیشی کا اختیار نہیں اور یہ نا قابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی تفصیلی سماعت کے بعد مورخہ 30 اکتوبر 1990ء کو وفاقی شرعی عدالت کے فل بینچ مشتمل جناب جسٹس گل محمد خان، چیف جسٹس جناب جسٹس عبد الکریم خان کنڈی، جناب جسٹس عبادت یار خان، جناب جسٹس عبد الرزاق اے تھیم اور جناب جسٹس فدا محمد خان نے درخواست کو منظور کرتے ہوئے حکم دیا کہ متبادل سزا عمر قید اسلام کی واضح نصوص کے منافی ہے۔اور دفعہ 295C میں لفظ "یا عمر قید "شریعت اسلامی کے خلاف ہے اور صدر پاکستان کو ہدایت کی گئی کہ اس قانون کی اصلاح 30 اپریل 1990ء تک کریں، بصورت دیگر یہ الفاظ مدت معینہ / مقررہ کے اختتام پر کالعدم تصور ہوں گے۔ چناچہ مقررہ مدت تک یہ کام مکمل نہ ہو سکنے کی وجہ سے یہ قانون فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے (PLD1991FSC10) کی رو سے سزا سزائے موت ہے وفاقی حکومت نے اپیل کر کے واپس لے لی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ 02 جون 1992ء کو قومی اسمبلی میں 8 جنوری 1992ء کو سینٹ میں یہ قانون متفقہ طور پر منظور کر کے نافذ العمل بنایا گیا۔[1]

قانون کے اس تاریخی پس منظر سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں۔

1. توہین مذاہب، مذہبی عقائد کی توہین، مذہبی عبادات اور مذہبی رسوم میں دراندازی اور رکاوٹ، مقدس مقامات کی توہین پر جرم کا قانون۔ برصغیر میں گذشتہ 157 سال سے رائج ہے۔
2. کسی گروہ کے مذہبی جذبات کو زک پہنچانے کے اقدام کو بھی انگریز کے سامراجی دور سے ہی جرم گردانا گیا ہے اور قابل سزا تصور کیا گیا ہے۔
3. یہ قوانین گذشتہ ڈیڑھ صدی سے سینکڑوں مقدمات میں قانون اور عدالت کی کسوٹی پر پورے اُترے ہیں۔ نہ صرف پاکستانی عدالتوں بلکہ پریوی کونسل

[1] محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ، تحفظ ناموس رسالت کا قانون

تک عدم مذہبی منافرت اور توہین مذہب کے قانون کو توثیق حاصل رہی ہے۔

4. 295C اور 295، 295A کے ضمن میں "injury'insult" اور defile کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ کسی طور بھی مبہم نہ ہیں بلکہ قانون کی منشاء بالکل واضح ہے۔

5. 295C میں شاتم رسول ﷺ کی سزا موت پاکستان کی پارلیمنٹ نے منظور کی جو کہ پاکستان کے عوام کی خواہشات کی ترجمان ہے۔

12۔ پاکستان کی سپریم کورٹ نے اٹھارویں ترمیم کے فیصلے (بعنوان ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولپنڈی بنام وفاقِ پاکستان (PLD 2015 SC 401) نے یہ قرار دیا ہے کہ پاکستان کے دستور پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پاکستان ایک جمہوریت ہے جہاں حتمی اقتدار اعلیٰ اللہ رب العزت کا ہے اور یہ اختیار پاکستان کے عوام کو تفویض کیا گیا ہے۔اسی فیصلے کے پیرا نمبر 54 میں اکثریتی فیصلے کے متن میں، جسے جسٹس شیخ عظمت سعید نے تحریر کرتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ

"یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے کہ ہمارے اصولِ قانون جو کہ عدالتوں کے نظائر کی روشنی میں ارتقاءپذیر ہوئے، یہ بات مسلمہ طور پر ثابت اور تسلیم کردہ ہے کہ دستور کوئی متفرق دفعات کا جتھا نہیں جنہیں باہمی گانٹھ دیا گیا ہو بلکہ دستور کی دفعات میں ایک یکسانیت اور مربوط اسکیم ہے جو دستور کی بنیادی دفعات سے واضح ہے، جو کہ دستور کی نمایاں اور واضح خصوصیات ہیں"۔[1]

اسی بات کو فاضل جسٹس جواد ایس خواجہ صاحب نے اپنے اقلیتی نوٹ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ "آئین کے کسی بھی آرٹیکل کو باقی آئین سے علیحدہ کر کے انفرادی طور پر نہیں سمجھا جا سکتا" مزید فرمایا کہ

"ہمارے اصول قانون میں اب تک یہ بات طے ہو چکی ہے کہ آئین کا مطالعہ تاریخی تناظر میں اور ایک نامیاتی کل (Organic Whole) کے طور پر کیا جائے گا۔ اگر آئین کی جزوی شقوں اور احکامات کو باقی آئین سے الگ کر کے دیکھا جائے تو یہ قاری کو گمراہ کر سکتا ہے۔ لہذا آئین کا مفہوم اور مدعا معلوم کرنے کے لیے اُس کے اجزا کی میکانکی انداز میں عقلی توجیہ کرنے کی بجائے اُسے ایک مربوط

[1] پی ایل ڈی ۲۰۱۵ سپریم کورٹ، صفحہ ۴۰۱

کل کی طرح دیکھنا پڑے گا۔ یہ بات ہماری قدیم اور سادہ دانش کا عطر رہی ہے جو منطق کی رو سے بھی کشید ہوتی ہے اور نظائر سے استدلال کے طریقے میں بھی پوری طرح راسخ ہے۔اس کے نتیجے میں آئین کی تعبیر و تشریح کا یہ اصول طے پاتا ہے کہ آئین کو ایک زندہ حقیقت یا نامیاتی کل کے طور پر دیکھا اور سمجھا جائے۔"[1]

13۔ 1973 کے آئین کا سرچشمہ پاکستان کے عوام ہیں۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی جس نے 1949ء میں قرارداد مقاصد کو منظور کیا، ایسے ارکان پر مشتمل تھی جو جدوجہد آزادی کے سرخیل اور بلاشبہ پاکستان کے بانیان تھے۔ جن کی قیادت میں مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔ پہلی دستور ساز اسمبلی نے جب سے قرارداد مقاصد منظور کی تو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرارداد مقاصد اس وقت سے پاکستان کے ہر آئین کا دیباچہ رہی۔ اور 1973 کے آئین کا بھی دیباچہ اور آئینی تمہید قرارداد مقاصد ہی ہے جو کہ دستور کے ساتھ بطور ضمیمہ بھی شامل ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ 1949 میں اور 1973 میں بھی قانون ساز اسمبلی کے ارکان آئینی اصولوں کے نازک اور باریک معاملات کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ پاکستان کی عدالتی تاریخ میں قرارداد مقاصد اس حوالے سے بھی ایک اہم موضوع کے طور پر زیر بحث رہی ہے کہ آیا باقی دستور پر قرارداد مقاصد کو بالاتر حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟ بہرحال قرارداد مقاصد کی باقی آئین پر بالاتر حیثیت پر اختلاف کے باوجود یہ امر متفقہ طے شدہ ہے کہ قرارداد مقاصد کو دستور کی دیگر دفعات کی طرح ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اور عدالت عظمیٰ کے اٹھارویں ترمیم کے فیصلے کے مطابق دستور کی تشریح کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اُسے ایک ہم آہنگ اور نامیاتی کل کے طور پر لیا جائے۔ اگر پاکستان کے دستور کو ایک ہم آہنگ، مربوط، منظم اور نامیاتی کل کے طور پر دیکھا جائے تو دستور کی دینی ساخت اور اسلامی حیثیت کا تعین کرنا چنداں مشکل نہیں۔ دستور کی متعدد دفعات اور دستور کے تحت قائم کیے گئے ادارے قیام پاکستان کے مقاصد اور مملکت کی نظریاتی اساس کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ دستور چونکہ عوام کی خواہشات کا ترجمان، ماضی کا بیان اور مستقبل کا نشان ہوتا ہے جس سے نہ صرف تمام ادارے وجود میں آتے ہیں بلکہ یہی وہ میزان اور مقیاس ہے جس سے عوامی امنگوں، قومی مقاصد اور نصب العین کو پرکھا اور جانچا جا سکتا ہے۔ دراصل دستور ہی وہ آئینہ ہے جس سے ایک طرف ملک کی تاریخ کا عکس جھلکتا ہے، حال کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل کا نقشہ نظر آتا ہے۔ اس تناظر میں 1973ء کا آئین سب سے پہلے اپنی تمہید (Preamble) میں واشگاف الفاظ میں پاکستان کے جمہور کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہے کہ " جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں پر **جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے**، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ جس میں

[1] پی ایل ڈی ۲۰۱۵ سپریم کورٹ، صفحہ ۴۰۱

مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو **اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک وسنت میں** ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں" اور اس امر کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ "بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں **قانون اور اخلاق عامہ کے تابع** حیثیت اور مواقع میں مساوات، قانون کی نظر میں برابری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہوگی۔" اور پھر مزید یہ اقرار کہ " لہذا، اب، ہم جمہوریہ پاکستان؛ قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے اپنی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ، **پاکستان کی خاطر عوام کی دی ہوئی قربانیوں کے اعتراف** کے ساتھ؛ **بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس اعلان سے وفاداری کے ساتھ کہ پاکستان عدل عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی**؛ اس جمہوریت کے تحفظ کے لیے وقف ہونے کے جذبے کے ساتھ جو ظلم و ستم کے خلاف عوام کی انتھک جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے۔۔۔۔۔اسے اپنا دستور تسلیم کرتے ہیں۔" دستور کی دفعہ 2 میں اسلام کو پاکستان کا ریاستی مذہب قرار دیا گیا۔ دستور کی دفعہ 2الف میں یہ قرار دیا گیا کہ "ضمیمہ میں نقل کردہ قرارداد مقاصد میں بیان کردہ اصول اور احکام کو بذریعہ ہذا دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بحسبہ مؤثر ہوں گے۔ ضمیمہ میں شامل قرارداد مقاصد کا متن درج ذیل ہے:

> " اللہ تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکتِ غیرے حاکمِ مطلق ہے۔ اس نے جمہور کے ذریعے مملکتِ پاکستان کو جو اختیار سونپا ہے، وہ اس کی مقررہ حدود کے اندر مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ مجلس دستور ساز نے جو جمہور پاکستان کی نمائندہ ہے، آزاد و خود مختار پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کی رو سے مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔ جس کی رو سے اسلام کے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں کا پورا اتباع کیا جائے گا۔ جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنادیا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن وسنت میں درج اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔ جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی اہتمام کیا جائے گا کہ اقلیتیں، اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھنے، عمل کرنے اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دینے کے لیے آزاد ہوں۔ جس کی رو سے وہ علاقے جو اب تک پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں، ایک وفاق بنائیں گے جس کے صوبوں کو مقررہ اختیارات و اقتدار کی حد تک خود مختاری حاصل ہوگی۔ جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں جہاں تک قانون و اخلاق اجازت دیں، مساوات، حیثیت و مواقع کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی انصاف، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور جماعت کی آزادی شامل ہوگی۔ جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ و پست طبقات کے جا

ئز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا۔ جس کی رو سے نظامِ عدل گستری کی آزادی پوری طرح محفوظ ہو گی۔ جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی صیانت، آزادی اور جملہ حقوق، بشمول خشکی و تری اور فضا پر صیانت کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ تاکہ اہلِ پاکستان فلاح و بہبود کی منزل پا سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز و ممتاز مقام حاصل کریں اور امن عالم اور بنی نوع انسان کی ترقی و خوش حالی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔"

14۔ دستور کا ایک اہم عنصر دفعہ 260(3) میں دی گئی مسلمان اور غیر مسلم کی تعریف ہے۔ دستور میں دی گئی تعریف کی رُو سے مسلمان وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و توحید اور محمد رسول ﷺ کے مطلقاً خاتم النبین ہونے پر ایمان رکھے اور کسی ایسے شخص کو نہیں مانتا نہ ایمان رکھتا ہے جو محمد رسول ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے خواہ کسی بھی مفہوم میں ہو۔ غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کو (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) اور بہائیوں کو، غیر مسلموں میں شمار کیا گیا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کا علیحدہ تشخص اور مستقل وجود کا اظہار و اقرار ہے۔ دستور کی یہ دفعات جو مسلمان کی تعریف میں نبی مہربان حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے اعلان سے متعلق ہے وہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور نبی کریم ﷺ کی ذات کے بارے میں امت کے مؤقف کی ترجمان ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ دستور نے ایسے شخص کو غیر مسلم قرار دیا ہے جو نبی کریم ﷺ کو بطور خاتم النبیین تسلیم نہ کرتا ہو تو پھر کیا ایسے شخص کے بارے میں جو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرے اُس کے انجام کے تعین میں کوئی ابہام باقی رہتا ہے؟ جس طرح نبی کریم ﷺ کی ذات کو آخری نبی تسلیم کرنے سے انکار کرنا یا پس و پیش سے کام لینا دستور و شریعت کے مطابق دائرہ اسلام سے اخراج کا سبب ہے تو نبی کریم ﷺ کی ذات پر سب و شتم بدرجہ اولیٰ انکار اور کفر ہے۔ اسی طرح دستور پاکستان میں جمہور کی منشاء کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک مستقل باب 10 بعنوان اسلامی دفعات کی دفعہ 227 میں قرار دیا ہے کہ پاکستان میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا بلکہ مملکت پر یہ بھی لازم کیا ہے کہ پہلے سے موجود تمام قوانین کو اسلام کی تعلیمات جو کہ قرآن اور سنت میں بیان کی گئی ہیں، کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے دستور پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ تشکیل دیا، دستور کی دفعات ، 231، 230، 229، 228 اس سلسلے میں مستقل ہدایات سموئے ہوئے ہیں۔ دفعہ 230(1)(a) میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اغراض و مقاصد اور فرائض میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ وہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو اپنی تجاویز دے کہ جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو تمام معاملات میں اسلام کے اصول و مقتضیات جو قرآن و سنت میں بیان ہوئے ہیں، کے مطابق زندگی گزارنے

کے قابل بنائے اور اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ یہاں یہ عمل قابل ذکر ہے کہ دستور نے مذکورہ دفعہ میں اس ضمن میں حوصلہ افزائی کرنے (Encouraging) کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ اس امر کی وضاحت ہو سکے کہ ریاست کی ذمہ داری صرف قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہی نہیں بلکہ اُس کی حوصلہ افزائی بھی کرنا ہے۔ دستور مسلمانوں کو نہ صرف قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے بلکہ ریاست کی یہ ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ اس حوالے سے تمام ضروری اقدامات کرے اور **اس عمل کی حوصلہ افزائی کرے**۔ اس مقدمے کی سماعت کے دوران یہ دستوری تقاضا عدالت کے سامنے رہا ہے کہ جہاں اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ فریضہ سونپا گیا ہے کہ وہ ایسی سفارشات پیش کرے جس کے ذریعے مسلمانان پاکستان قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر تشکیل دے سکیں تو یقیناً دستور پاکستان میں ایک ایسا ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے جہاں اطاعت خداوندی کی حوصلہ افزائی ہو، سنت رسول کے اتباع کی افزائش ہو، نیکیوں کی ترویج ہو۔ عصمت انبیاء، ناموس صحابہ، حرمتِ امہات المؤمنین کی حفاظت ہو اور فحاشی، بے راہ روی اور اسلام دشمنی کے تمام راستے مسدود کیے جا سکیں۔ "آرٹیکل (3)228 کی رو سے قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، صدر یا کوئی گورنر اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل کو مشورے کے لیے سوال بھیج سکتے ہیں کہ آیا کوئی مجوزہ قانون قرآن و سنت میں بیان اسلامی تعلیمات کی مقتضیات کے منافی تو نہیں۔ **"آرٹیکل 227 میں کہا گیا ہے کہ کوئی قانون قرآن وسنت میں بیان اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے منافی نہیں بنایا جائے گا اور موجودہ تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔**" آرٹیکل 230 کے مطابق کونسل کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے سفارشات تیار کرنا تاکہ پاکستان کے مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو ہر لحاظ سے اسلام کے اصولوں اور تصورات کے مطابق بنا سکیں۔
2۔ کسی ایوان، اسمبلی، صدر یا گورنر کی اس بارے میں راہ نمائی کرنا کہ آیا مجوزہ قانون اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔
3۔ موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر ایسی سفارشات تیار کرنا تاکہ یہ قوانین احکام اسلام کے مطابق ہو جائیں۔
4۔ احکام اسلام کو ایک مناسب شکل میں ترتیب دینا تاکہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں ان پر قانون سازی کر سکیں۔"

آرٹیکل 30 میں **ریاست کے بنیادی اصول** بیان کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا ہے **"پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے بنیادی**

اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق ڈھالیں اور انہیں ایسی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں جن کی مدد سے وہ ان اصولوں اور تصورات کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جانا چاہیے۔ باہمی اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیار کو فروغ دیا جانا چاہیے۔ زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔" دستور پاکستان قانون کو قرآن و سنت کی بنیاد پر وضع کرنے کا کس درجہ اہتمام کرتا ہے وہ اسی حقیقت سے عیاں ہے کہ جہاں ایک طرف دستور ملک کی مقننہ پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں کرے گی تو دوسری طرف اس سلسلے میں مکمل راہنمائی اور جائزے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ قائم کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی کوئی قانون قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف منشاء ظہور پر آجائے یا پہلے سے وقوع پذیر ایسا قانون باقی رہ جائے تو **وفاقی شرعی عدالت** اس کا جائزہ لے سکے اور اگر اس قانون کو قرآن و سنت کے منافی پائے تو اسے کالعدم قرار دے کر ختم کر دے۔ دستور کا باب 3A اس حوالے سے ایک مستقل ضابطہ ہے۔ دفعہ 203A سے لے کر دفعہ 203J تک 16 تفصیلی دفعات فیڈرل شریعت کورٹ کے اختیارات اور طریقہ کار سے متعلق ہیں۔ اس باب کی بنیادی دفعہ 203D جو کہ عدالت کے اختیار سماعت سے متعلق ہے، عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ **"عدالت اپنی کسی تحریک پر، یا پاکستان کے کسی شہری، وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر کسی قانون یا اس کی کسی شق کا جائزہ لے سکتی ہے اور فیصلہ کر سکتی ہے کہ آیا یہ قانون یا اس کی کوئی شق احکام اسلام، جیسا کہ قرآن و سنت میں مذکور ہیں، کے منافی تو نہیں ہے۔"**

اسلامی نظریہ ملک کی اساس ہے اور غیر مسلم عہدیدار بھی اس کے تحفظ کا حلف اٹھائے گا، دستور کے جدول دوم میں سولہ دستوری عہدوں کے حلف کی عبارتیں ملتی ہیں۔ ان میں سے پہلے بارہ عہدوں۔۔۔ صدر، نائب صدر، وزراء و وزرائے مملکت، اسپیکر اسمبلی، ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی، رکن قومی اسمبلی، صدر قومی اسمبلی، گورنر صوبہ جات، صوبائی وزراء، صوبائی اسمبلیوں کے اسپیکر، صوبائی اسمبلیوں کے ڈپٹی اسپیکر اور رکن صوبائی اسمبلی۔۔۔ کے حلف کی تمام عبارتوں میں یہ جملہ موجود ہے **"کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے"** حالانکہ ان دستوری عہدوں میں سے صدر اور نائب صدر کے سواء کسی کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ ان پر غیر مسلم بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ **لیکن حلف کی عبارت میں سیاسی اعتبار سے یہ اہتمام موجود ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی وقت ان عہدوں پر فائز ہو تو اپنے مذہب اور عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بھی وہ پاکستان کی نظریاتی بنیاد۔۔۔ اسلامی نظریہ۔۔۔ کا تحفظ کرے گا۔"**[1]

---

[1] ڈاکٹر شہزاد شہرام، دستور پاکستان

15۔ یہ تو دستور کا ایک سرسری جائزہ ہے جو صرف اس امر کے اظہار کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ پاکستان کا دستور جس کی حفاظت ہم سب پر فرض ہے۔ دفعہ 5 کے مطابق پاکستان کے ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ دستور کی پاسداری کرے اور ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وفادار رہے۔ اعلیٰ عدلیہ کے جج کی حیثیت سے یہ عدالت عوام کی ہدایات کی امین ہے اور اس حیثیت میں آئین کے تحفظ پر مامور ہے اور آئین کے تحت حلف کی روشنی میں اس کے فرائضِ منصبی میں آئین کی حفاظت اور دفاع شامل ہے۔ آئین کا جو جائزہ عدالت نے پیش کیا ہے اس کی روشنی میں اس عدالت کو کوئی ابہام نہیں ہے کہ مملکت خداداد پاکستان میں مقدس ہستیوں کی توہین کی ناپاک جسارت دراصل پاکستان کے دستور اور نظریے کے ساتھ غداری ہے۔ ہم عدالت عظمیٰ پاکستان کے فیصلہ جات کی روشنی میں یہ قرار دے چکے ہیں کہ آئین کو ایک مربوط، یکجاء اور کل کی حیثیت سے تشریح کی جانی چاہیے اور آئین پاکستان کے مختلف دفعات ایک لڑی کی طرح اس انداز میں پروئے گئے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کی تعلیمات اور مقتضیات کو کلیدی، بنیادی اور اولین اہمیت حاصل ہے۔ آئین پاکستان دراصل پاکستان کے بانیان کے تصور کی ایک جھلک ہے جس کا وعدہ اور عہد انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران کیا تھا۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بانیان پاکستان کے تصور پاکستان کی ایک تصویر اُن کے اپنے خطابات اور تحریروں کی روشنی میں پیش کی جائے تاکہ پاکستان کے اولین مسلمانوں کی تمنائیں اور ان کی جدوجہد کا مقصد واضح ہو سکے۔ **علامہ اقبال کا مشہور خطبہ الہ آباد (1930) جو کہ تصور پاکستان کی بنیاد ہے، اُس عظیم خطبے میں علامہ اقبال امت مسلمہ کے مقصد وجود اور اس تناظر میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ سیاسی ڈھانچے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:**

> "ظاہر ہے کہ اگر مذہب کا تصور یہی ہے کہ اس کا تعلق صرف آخرت سے ہے اور انسان کی دنیوی زندگی سے اسے کوئی سروکار نہیں تو جو انقلاب مسیحی دنیا میں رونما ہو چکا ہے، وہ ایک طبعی امر تھا۔ مسیحؑ کا عالم گیر نظامِ اخلاق نیست ونابود ہو چکا ہے اور اس کی جگہ اخلاقیات وسیاسیات کے قومی نظم نے لے لی ہے۔ اس سے اہل مغرب بجا طور پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مذہب کا معاملہ ہر فرد کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ اسے دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اسلام کے نزدیک ذاتِ انسانی بجائے خود ایک وحدت ہے، وہ مادہ اور روح کی کسی ناقابل اتحاد ثنویت کا قائل نہیں۔"[1]

[1] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۴۳

قائدِ اعظم کا اگست 1944ء کا گاندھی جی کے نام خط قیامِ پاکستان کے مقاصد کی وضاحت میں ایک بنیادی دستاویز ہے جس میں بانیِ پاکستان نے گاندھی جی کو آگاہ کیا:

" قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے ۔ اس میں مذہبی اور مجلسی ، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر امورِ حیات تک ، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک ، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک دنیوی زندگی میں جزاو سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاو سزا تک ، ہر فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات و مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں ۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات واخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔"[1]

پنجاب اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں ، تقریر، لاہور 19 مارچ 1944ء، میں قائدِ اعظم نے فرمایا:

ہمیں ہلالی پرچم کے علاوہ کوئی پرچم درکار نہیں۔ اسلام ہمارا رہنما ہے جو ہماری زندگی کا ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہمیں اور کوئی سرخ یا زرد پرچم نہیں چاہیے۔ ہمیں کوئی اور فکر (ازم) مطلوب و مقصود نہیں نہ اشتمالیت نہ اشتراکیت۔[2]

پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، منعقدہ 19 مارچ 1944ء میں صدارتی خطبہ، لاہور، کے اسی اجلاس میں مزید وضاحت کی:

ہماری بنیاد اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام اور صرف اسلام ہے۔ ذات پات کیا، شیعہ سنی کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم ایک ہیں اور ہمیں بحیثیت ایک متحد قوم ہی کے آگے بڑھنا ہے۔ صرف ایک رہ کر ہی ہم پاکستان کو قائم کر سکتے ہیں ہمارے لیے اسلام ہی کافی وشافی ہے۔[3]

---

1 ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصورِ پاکستان بانیانِ پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۱۷

2 ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصورِ پاکستان بانیانِ پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۲۲

3 ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصورِ پاکستان بانیانِ پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۲۲

میلاد النبی ﷺ کی تقریب پیغام بمبئی، 5فروری 1945ء:

میں آج آپ کو اس کے سوا کیا پیام دے سکتا ہوں کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو اسلام کی بہترین روایات کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے، جو دین ہمیں رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے ملا ہے۔[1]

سبی دربار بلوچستان سے خطاب کرتے ہوئے 14فروری 1948ء کو فرمایا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے۔ جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے بنایا ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔"[2]
(ملت کا پاسبان قائد اعظم محمد علی جناح از علی سفیان آفاقی، سارنگ پبلی کیشنز، لاہور)

میلاد النبی ﷺ کی تقریب سے خطاب، کراچی 25 جنوری 1948ء، کرتے ہوئے واشگاف انداز میں کہا کہ:

میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ لوگوں کا ایک طبقہ جو دانستہ طور شرارت کرنا چاہتا ہے، یہ پروپیگنڈہ کر رہا ہے کہ پاکستان کے دستور کی اساس شریعت پر استوار نہیں کی جائے گی۔ آج بھی اسلامی اصولوں کا زندگی پر اسی طرح اطلاق ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو برس بیشتر ہوتا تھا۔[3]

شاہی دربار سبی، بلوچستان میں تقریر۔ 14فروری 1948ء:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوہ حسنہ پر چلنے میں جو ہمیں قانون عطاء کرنے والے پیغمبرؐ نے ہمارے لیے دیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔"[4]

---

[1] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۲۸
[2] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۲۸
[3] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۳۰
[4] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۸۲

نواب بہادر یار جنگ پاکستان کے بانیان کی فہرست میں ایک معتبر نام اور قائد اعظمؒ کے معتمد علیہ ساتھی ہونے کی کی حیثیت سے قائد اعظم کی موجودگی میں آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس منعقدہ کراچی، دسمبر 1943ء میں پاکستان کے مقصد وجود کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان اس لیے چاہتے ہیں کہ وہاں قرآنی نظام حکومت قائم ہو۔ یہ ایک انقلاب ہو گا، یہ ایک نشاۃ ثانیہ ہو گی، یہ ایک حیات نو ہو گی جس میں خوابیدہ تصورات اسلام ایک مرتبہ پھر جاگیں گے اور حیات اسلامی ایک مرتبہ پھر کروٹ لے گی۔ پلاننگ کمیٹی آپ کے لیے جو دستوری اور سیاسی نظام مرتب کرے گی، اس کی بنیادیں اگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر نہیں ہیں تو وہ شیطانی سیاست ہے اور ہم ایسی سیاست سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔"[1]

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم قائد ملت جناب لیاقت علی خان مارچ 1949ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم کے تصور کو درج ذیل الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں:

"میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے ملت قائد اعظمؒ نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے جذبات کا متعدد موقعوں پر اظہار کیا تھا اور قوم نے ان کے خیالات کی تائید غیر مبہم الفاظ میں کی تھی۔ پاکستان اس لیے قائم کیا گیا کہ اس برصغیر کے مسلمان اپنی زندگی کی تعمیر اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ وہ دنیا پر عملاً واضح کر دینا چاہتے تھے کہ آج حیاتِ انسانی کو جو طرح طرح کی بیماریاں لگ گئی ہیں ان سب کے لیے اسلام اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے۔"[2]

جو لوگ پاکستان کو مغربی تھیوکریسی سے تشبیہ دینے کی کوششیں کر رہے تھے اُن کو مغربی تھیوکریسی اور نظریہ پاکستان کے واضح فرق سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ:

"جناب والا! میں نے ابھی یہ عرض کیا تھا کہ اختیارات کے حقیقی حامل جمہور ہیں۔ چناں چہ قدرتی طور پر "تھیوکریسی" کے لغوی معنی "خدا کی حکومت" ہیں اور اس اعتبار سے تو کل کائنات "تھیوکریسی" ہوئی کیوں کہ کائنات کا کون سا گوشہ ایسا ہے جہاں اسے قدرت حاصل نہیں۔ مگر اصطلاح میں تھیوکریسی کلیسا کی حکومت کو کہتے ہیں، یعنی برگزیدہ پادریوں کی حکومت جو محض اس بناء پر اختیار رکھتے ہوں کہ وہ ایسے

---

[1] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۸۷

[2] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۱۴۸

اہل تقدس کی طرف سے خاص طور پر مقرر کیے گئے ہیں جو اپنے مقام مقدس کے اعتبار سے ان حقوق کے دعویدار ہیں اور میں اس امر پر جتنا بھی زور دوں کم ہو گا کہ یہ تصور اسلام سے قطعاً بعید ہے۔ اسلام ملائیت یا کسی حکومت مشائخ کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس لیے اسلام میں تھیوکریسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اب بھی پاکستان کے نظام حکومت کے ضمن میں "تھیوکریسی" کا ذکر کرتا ہے **تو وہ یا تو شدید غلط فہمی کا شکار ہے یا شرارت سے ہمیں بدنام کرنا چاہتا ہے۔**"[1]

اسی خطاب میں آگے چل کر قرارداد مقاصد کی ایک اور شق کی وضاحت کرتے ہوئے یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ:

"قراداد مقاصد میں یہ دفعہ بھی درج ہے کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔ یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اگر مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی زندگی اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق بنالیں تو اس پر کسی غیر مسلم کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

جناب والا! حکومت ایک غیر جانبدار تماشائی کی حیثیت سے اس امر پر اکتفا نہیں کرے گی کہ مسلمانوں کو اس مملکت میں صرف اپنے مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت ہو، کیوں کہ حکومت کے اس طریق عمل کا مطلب ہو گا کہ جو مقاصد پاکستان کے مطالبہ کے محرک تھے، ان ہی کی خلاف ورزی ہو حالانکہ یہ مقاصد اس مملکت کا سنگ بنیاد ہونے چاہییں جسے ہم تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مملکت ایک ایسا ماحول پیدا کرے گی جو ایک حقیقی اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں مدد و معاون ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مملکت کو اپنی مساعی میں مثبت پہلو اختیار کرنا ہو گا۔

"جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ قائداعظم اور مسلم لیگ کے دوسرے رہنماؤں نے ہمیشہ یہ واضح اور غیر مبہم اعلانات کیے کہ پاکستان کے قیام کے لیے مسلمانوں کے ہاں اپنا طریق زندگی اور ضابطہ اخلاق موجود ہے۔ انہوں نے بار بار اس امر پر بھی زور دیا کہ اسلام کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ خدا اور بندہ کے درمیان ایک ایسا تعلق قائم ہو جسے مملکت کے کاروبار میں کسی قسم کا دخل نہ ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں عمرانی اخلاق کے متعلق مخصوص ہدایات ہیں اور اسلام روز مرہ پیش آنے والے مسائل کے متعلق معاشرہ کے طرز عمل کی راہنمائی کرتا ہے۔ اسلام صرف ذاتی عقائد اور اخلاق کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے پیروؤں سے توقع کرتا ہے کہ وہ

---

[1] ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، صفحہ نمبر ۱۵۳

ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کریں جس کا مقصد حیات صالح ہو۔یونانیوں کے برخلاف اسلام نے جو صالح زندگی کا تصور پیش کیا ہے اس کی اساس لازماً روحانی اقدار پر قائم ہے۔ان اقدار کو اہمیت دینے انہیں نافذ کرنے کے لیے مملکت پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی سر گرمیوں کی اس طریقہ پر ہم نوائی کریں کہ ایک ایسا نیا عمرانی نظام قائم ہو جائے جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہو، جن میں جمہوریت ، حریت ،رواداری اور عمرانی عدل شامل ہیں ۔ ان کا ذکر تو میں نے تمثیلاً کیا ہے کیوں کہ وہ اسلامی تعلیمات جو قرآن اور سنت نبوی ﷺ پر مشتمل ہیں محض اس پر ختم نہیں ہو جاتیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جس کا اس پر ایمان نہ ہو کہ کلام اللہ اور اسوہ رسول ﷺ ہی اس کے روحانی فیضان کے بنیادی سرچشمے ہیں۔"

16۔ ابلاغ انسان کی وہ وجہ خصوصیت ہے جس کے باعث وہ ساری مخلوق سے ممتاز اور جداگانہ حیثیت کا مالک ہے کیونکہ ابلاغ کے جو وسائل انسان کو میسر ہیں وہ کسی اور مخلوق کو میسر نہیں۔ابلاغ دراصل اپنے مافی الضمیر کو آگے پہنچانے کا نام ہے انسان کو زبان، تکلم، علم اور عقل کی بہترین صفات ودیعت کی گئی ہیں۔ انسانی معاشروں کے فروغ اور تنوع میں انسان نے مختلف زبانیں ایجاد کیں،اظہار کے مختلف پیرائے اختیار کئے اور ایک دوسرے سے خطاب کے متنوع اسالیب وضع کئے، جو دراصل ابلاغ ہی کا وسیلہ ہیں۔ سورۃ رحمان میں **"علمہ البیان**[1]**"** اور سورۃ علق میں **"اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَم O الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِO**[2]**"** میں اللہ تعالی نے ابلاغ ہی کے دو موثر ترین ذرائع **بیان اور قلم** کا ذکر فرمایا ہے۔جب اپنی جانب سے لکھی ہوئی ہدایت کا تذکرہ فرمایا تو **"وَکَتَبْنَا لَہٗ فِیْ اَلْاَ لْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً وَّتَفْصِیْلاً لِّکُلِّ شَیْءٍ"**[3](اور ہم نے تختوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل لکھ دی)۔قرآن مجید میں 77 مقامات پر ابلاغ کا لفظ مختلف صیغوں اور انداز میں مستعمل ہوا ہے۔ حتیٰ کہ ہر دور میں ہر نبی کو جو بنیادی ذمہ داری سونپی گئی وہ "ابلاغ" ہی کی ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ ،حضرت ابراہیمؑ، حضرت شعیبؑ اور دیگر متعدد انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے اپنی بعثت کا مقصد "ابلاغ" **(وماعلی الرسول الاالبلاغ)** ہی بتایا، قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب

---

[1] سورۃ الرحمان آیت ۴

[2] سورۃ علق آیت ۳ اور ۴

[3] سورۃ الاعراف آیت ۱۴۵

کر کے فرمایا **"فانما علیک البلاغ و علینا الحساب"** خود قرآن مجید کے متعلق بھی فرمان الٰہی ہے کہ **"ہذا بلاغ للناس"** (یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے)۔

انسانی حقوق کا پہلا بنیادی چارٹر، خطبہ حجتہ الوداع جسے تاریخ میں اپنی اہمیت کے پیش نظر حجتہ البلاغ ، حجتہ التمام، حجتہ الاسلام کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جسے تاریخ میں نہ صرف ایک ممتاز مقام حاصل ہے بلکہ انسانیت کے لئے ایک مینارہ نور، امن وسلامتی اور عدل ومساوات کے ابدی اصولوں پر مبنی ایک عظیم دستور حیات کی حیثیت حاصل ہے، اللہ کے رسول نے اپنی امت کو اپنے بعد اس کام پر مامور فرمایا **"فلیبلغ الشاہد الغائب"** جو حاضر ہیں وہ میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچادیں جو حاضر نہیں ہیں۔ عرب عہد جاہلیت میں ذرائع ابلاغ صرف شعر وشاعری، تجارتی میلوں اور بازاروں، خطبوں اور وصیتوں تک محدود تھے۔ لیکن اسلام نے ذرائع ابلاغ کو شاعری، خطابت اور قصہ گوئی کے محدود دائرے سے نکال کر ایک نئی جلا بخشی۔ قرآن حکیم نے قصہ نویسی ، قانون سازی، منطقی استدلال، نئی اصلاحات، نئے الفاظ، جدید تراکیب اور مضامین کے اضافے سے جن کو اہل عرب نہیں جانتے تھے دنیا کو ایک نئے طرز ابلاغ سے متعارف کروایا۔ کھجور کی شاخوں، سفید پتلے کاغذ، اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈی، مصری کاغذ اور یمنی کاغذ پر قرآن مجید تحریر کر کے اسے ابلاغ کا ذریعہ بنایا۔ مسجد اور حج کو "ابلاغ" کے ایک جدید اور موثر ذریعہ کے طور پر متعارف کروایا۔ آپ نے خود اپنے دور مبارک میں عالمی فرمارواؤں اور سلاطین کے نام جو خطوط اور مکتوب ارسال کئے، مورخین نے انکی تعداد 250 کے قریب بیان فرمائی ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ کا موثر ہتھیار ہی تھا جسکے ذریعے جناب رسالت ماب نے اپنی زندگی میں اپنے پیغام کو جزیرہ العرب کی جغرافیائی حدود سے نکال کر افریقہ، یورپ اور جنوب وسطی ایشیا تک پہنچادیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ابلاغ اور مواصلات کے جدید دور کے متحرک وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود بہت محدود نوعیت کے ذرائع کو ایسی مہارت، ہنر مندی اور بصیرت سے استعمال کیا گیا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ صفا کی چوٹی، منبر رسول ﷺ، چبوترہ اذان، مکبرین کا تقرر، اور تحریر کے مختلف انداز، ایسے ذرائع ہیں جو ابلاغ کی جدت اور نت نئے طریقوں کے استعمال کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے انداز اور سیرت میں ابلاغ اور صحافت کے متعلق بہترین ہدایات اور مسلمہ ابلاغیاتی اصول موجود ہیں۔ اور اس سلسلے میں بہترین راہنمائی موجود ہے۔ آپ نے زبانی پیغام رسانی، سفارتی پیغام رسانی کے علاوہ عبادت، اذان، نماز، خطبہ جمعہ، خطبہ حج اور عیدین تک کو ابلاغ کا ایک موثر ذریعہ بنایا۔[1]
خلافت راشدہ میں "برید" یعنی ڈاک اور اطلاعات کے نظام پر زبردست توجہ دی گئی، عہد اموی میں سرکاری خط وکتابت کی ترسیل اور خبروں ومعلومات سے آگاہی کے لئے دمشق سے صوبائی

[1] پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں، صفحہ ۲۳۷

صدر مقامات تک جانے والی تمام شاہراہوں پر چند میل کے فاصلے پر برید کے گھوڑے موجود ہوتے تھے جو ایک چوکی سے دوسری چوکی اور پھر آگے تیسری چوکی تک ڈاک پہنچاتے۔ عباسی دور میں "صاحب البرید" کا عہدہ بے پناہ اہمیت کا حامل تھا۔ جس کے ذریعے دربار سے مملکت کے عام و خاص تک اور اس طرح دربار تک ہر قسم کی خبریں پہنچائی جاتی تھیں۔ یہی سلسلہ خلافت عثمانیہ اور دیگر ادوار تک چلتا رہا۔ قرآنی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق آدم کے وقت رب کائنات اور فرشتوں کے درمیان ہونے والا مکالمہ بھی دراصل ابلاغ کی وہ پہلی صورت تھی جس میں حضرت آدمؑ نے ان ساری چیزوں کے نام بتائے جو اللہ رب العزت نے سکھائے تھے۔ لہذا ایک مسلمان ریاست میں ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔[1] ابلاغ کے تمام میسر وسائل کو بروئے کار لانا اور انہیں ریاست کے انتظام اور عوامی فلاح و سعادت کے لئے استعمال کرنا ایک لازمی امر ہے۔

دستور پاکستان میں اسی ضرورت کے تحت ابلاغ کے حق کو بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ دستور پاکستان کی دفعہ 19 میں دیئے گئے نظریہ ابلاغ کا ایک سرسری مطالعہ یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ پاکستان کا دستور ایک معتدل اور متوازن نظریہ ابلاغ کا تصور پیش کرتا ہے۔ جو ایک طرف آزادی اظہار کا حق بھی دیتا ہے اور دوسری جانب اس کے استعمال پر ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دستور پاکستان میں واضح کردہ نظریہ ابلاغ اپنے اصول وضوابط کے حوالے سے ہمہ گیر اور لاجواب ہے۔ اس مطالعہ سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ آئین پاکستان کا وضع کردہ نظریہ ابلاغ پاکستانی معاشرے کی ضروریات اور امنگوں سے ہم آہنگ ہے۔ ہمارے آئین کے واضح کردہ نظریہ ابلاغ میں حقوق و فرائض ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ جس میں فرد کی آزادی کی ضمانت کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح اور تربیت، ریاست کے مثبت اقدامات پر تحسین اور خلاف قانون اور اخلاقی امور پر گرفت اور احتساب کی ضمانت دی گئی ہے۔ دستور کی دفعہ 19 و دیگر دفعات میں جو ابلاغی نظریہ پیش کیا گیا ہے وہ دراصل قرآنی تعلیمات، احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کی تعلیمات واساسات سے قریب تر ہے۔ جس میں **"اسلام کی عظمت کے تحفظ"** کو یقینی بنایا گیا ہے۔ اسلامی ریاست میں آزادی ذرائع ابلاغ کی حدود بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ[2] نے یہ لکھا ہے کہ **"اسلام نے فرد اور ریاست، اداروں اور ذرائع ابلاغ کو جو ذمہ داریاں اور فرائض سونپے ہیں، انہیں ایک مخصوص دائرہ کار میں رہتے ہوئے پورا کرنا ذرائع ابلاغ کا فرض ہے، اسلامی تعلیمات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں آزادی ذرائع ابلاغ نیکی و پاکیزگی کے فروغ کے لئے ہے، شر انگیزی اور فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے نہیں۔"**

[1] پروفیسر مہدی حسن، جدید ابلاغ عامہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، صفحہ ۲۲۴

[2] ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ، اسلامی ریاست میں آزادی ذرائع کی حدود، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت

اسلام کی عظمت میں بُنیادی اور دائمی کردار مُحسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی شخصیت اور اسوۂ حسنہ کا ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ آپ ﷺ کی زندگی قرآن کریم کی عملی تصویر، مینارۂ نور، معراجِ انسانیت اور تاابد پیروی کے لیے نمونہ ہے۔ اسلام کی عظمت کی ابتداء اور انتہاء آپ ﷺ ہی ہیں۔

قرطاس کے چہرے پر
اک لفظ لکھا میں نے
اُس لفظ کی خوشبو سے
قرطاس معطّر ہے
اُس نام کی کرنوں سے
ہر چیز منوّر ہے!!!
وہ لفظ مکمل ہے
وہ لفظ محمد ﷺ ہے

جدید محققین[1] نے اسلامی معاشرے میں ابلاغ کے جو اہم مقاصد، حدود اور آداب بیان کئے ہیں ان کے مطابق میڈیا کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ ایک ایسا ذمہ دار ادارہ ہے جو احترام انسانیت کی تلقین، آزادی وذمہ داری کے اشتراک کے واضح تصور، معاشرے میں مثبت باتوں کے فروغ، عریانی اور فحاشی کے انسداد اور سد باب، حق اور انصاف کی ادائیگی، ترویج اور رسائی میں معاونت، معاشرتی اتحاد و تنظیم کے قیام، صحت اور صفائی کی ترغیب، عوامی تعلیم اور تربیت کے اقدامات، اظہار خیال میں شائستگی اور برداشت کی ترویج، تحریف، غلط بیانی اور پراپیگنڈہ کی ممانعت اور حوصلہ شکنی، نفرت انگیزی و دل آزاری سے گریز کی تربیت، لوگوں کے نجی معمولات میں تجسس اور دخل اندازی سے گریز کے رویے، خواتین اور اقلیتوں کے حقوق کی نگہداشت اور رائے عامہ کی ہمواری، صالح اور پرامن معاشرے کے قیام میں ریاست اور حکومت کی معاونت، امت مسلمہ میں اخوت اور یکجہتی کے قیام، بین الاقوامی معمولات میں مثبت، تعمیری اور صلح جویانہ مؤقف کے اظہار اور ترویج اور عوام کو مثبت اور تعمیری تفریح کی فراہمی جیسے انتہائی اہم فرائض سے عبارت ہے۔

17۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ذرائع ابلاغ جدید معاشرے اور تہذیب کا ایک جزولاینفک ہیں۔ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت کہ ذرائع ابلاغ کسی بھی معاشرے کے اجتماعی مزاج کو بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ نے انسانی زندگی کے

1 تفصیل کے لئے دیکھیئے: ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ، اسلامی ریاست میں آزادی ذرائع کی حدود، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، : پروفیسر مہدی حسن، جدید ابلاغ عامہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: کنور محمد دلشاد، ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، عرفان علی یوسف، مطالعہ ابلاغیات

ہر شعبے کو متاثر کیا ہے اور اب ان کی حیثیت معاشرے کے ایک لازمی جزو اور اہم ترجمان کی ہے۔ پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا نہ صرف قومی اور بین الاقوامی پالیسیوں کے اظہار اور تعارف کا ایک اہم ذریعہ ہے بلکہ اب تو ان کی قبولیت اور عدم قبولیت کے حوالے سے ایک اہم عنصر تصور کیا جاتا ہے۔ اس لئے کوئی ملک اور قوم ذرائع ابلاغ کے درست اور ذمہ دارانہ استعمال کے عصر حاضر کے اہم چیلنج سے صرف نظر نہیں کر سکتی۔ بدقسمتی سے پاکستان میں میڈیا کے مثبت، ذمہ دارانہ اور قومی خواہشات کے ہم آہنگ استعمال کے حوالے سے کوئی واضح اور مناسب قانون سازی موجود نہ ہے۔ میڈیا کو دستور پاکستان میں دی گئی ہدایات اور ایک اسلامی معاشرے کی ضروریات ،جو کہ دستور میں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں۔ سے ہم آہنگ کرنے میں شدید غفلت، لاپرواہی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ یہاں یہ امر واضح کرنا ضروری ہے کہ عدالت عظمیٰ کی بھرپور کاوش اور احکامات کی روشنی میں 2005 میں الیکٹرانک میڈیا کے لیے ایک ضابطہ اخلاق جاری کیا گیا، لیکن بدقسمتی سے چینلز کے مالکان مالی منفعت اور درجہ بندی کی دوڑ میں نہ آئینی حدود کی پابندی کرتے ہیں اور نہ ضابطہ اخلاق کو ہی خاطر میں لاتے ہیں پیمرا عملی طور پر بے بس نظر آتا ہے چونکہ اُس کی جانب سے تمام سنجیدہ اور پر عزم کاوشیں غیر موثر کر دی جاتی ہیں لیکن سوشل میڈیا پر بے حیائی کا ایک سیلاب ہے جس کے آگے آئین میں دی گئی حدود کے مطابق بند باندھنے کے لئے حکومتی سطح پر مناسب اقدامات نہ کئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ توہین مقدس شخصیات کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے اور دشمنانِ پاکستان و اسلام اس ذریعہ ابلاغ کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ کی بنیادی ذمہ داری قوم کے اخلاق و کردار کی اصلاح ہے، ملک کے تعمیر و ترقی اور دستور پاکستان میں متعین کی گئی منزل کی طرف پیش قدمی اس کا اہم فریضہ ہے۔ ملک کے ذرائع ابلاغ دستور پاکستان میں دی گئی عوامی خواہشات اور امنگوں کے نہ صرف ترجمان ہونے چاہیئں بلکہ اس مملکت کے نظریہ اور مقصد کے تابع ہونے چاہئیں۔ ذرائع ابلاغ ملک و قوم کے لئے ایک امین کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور امانت کی ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھنا ذرائع ابلاغ کا اہم قومی و دستوری فریضہ ہے۔ دستور پاکستان کے مطابق پاکستانی معاشرے میں فرد، ریاست اور اداروں کا سرچشمہ ہدایت قرآن و سنت ہیں اور وہی ان کے حقوق و فرائض، مقاصد و نصب العین اور لائحہ عمل کا تعین کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کا کردار ان رہنماء اخلاقی اقدار اور اصولوں کا پابند ہونا چاہیے جو فرد، ریاست اور ہر دوسرے ادارے پر عائد کی گئی ہیں جس طرح ایک فرد قومی سلامتی کی حفاظت کا ذمہ دار ہے بالکل اسی طرح ذرائع ابلاغ بھی قومی سلامتی کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ جس طرح فحاشی کو فروغ دینا ایک فرد کے لئے ممنوع ہے اسی طرح ذرائع ابلاغ کے لئے بھی ممنوع ہے۔ جس طرح مقدس ہستیوں کے ناموس کی حفاظت ہر شہری کا فرض ہے اسی طرح ذرائع

ابلاغ اوران کے ذمہ داران بھی ان مقدس ہستیوں کے ناموس کی حفاظت کے پابند ہیں۔ اور اگر ریاست کا کوئی ذمہ دار فرد یا کوئی ادارہ ایسے کسی غیر قانونی فعل کے ارتکاب یا اس کے فروغ پر چشم پوشی کے جرم کا مرتکب ہوگا تو یقیناً قانون اور پاکستان کے عوام کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ دستور پاکستان نے تحفظ جان، مال، آبرو، نجی اور شخصی آزادی کے تحفظ اور اسی نوعیت کے دوسرے امور میں جو حقوق فرائض کا دائرہ متعین کر دیا ہے اس کا احترام فرد، ریاست اور ذرائع ابلاغ پر لازم ہے۔ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اظہار رائے کی آزادی کا محتاط اور ذمہ دارانہ استعمال دستور کا لازمی تقاضا ہے۔ اور اس ضمن میں ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے کہ بلا تحقیق و آگاہی خبر کی نشر و اشاعت سے اجتناب کریں، درست اور صحیح معلومات کا ابلاغ کریں۔ معلومات میں اگر صداقت اور ثقاہت کے عناصر موجود نہیں ہیں تو وہ فریب کاری ہے۔ احترام انسانیت و تکریم آدمیت کا مکمل پاس اور لحاظ رکھا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ملک سے منافرت، انتہا پسندی، بدامنی اور لا قانونیت کے خاتمے کے لئے ذرائع ابلاغ اپنا ذمہ دارانہ کردار ادا کریں اور پیغام امن اور احترام انسانیت کے تصورات کو عام کریں۔ ذرائع ابلاغ کو اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کہ وہ انسانوں کی آزادئ ضمیر اور عزت نفس کو مجروح کرنے کا انتظام کریں۔ معاشرے کے تمام افراد کی نجی زندگی کا تحفظ معاشرے اور ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ تفتیشی صحافت کے نام پر شہریوں کے معمولات کی جاسوسی یا بلیک میلنگ تحفظ زندگی کے دستوری تقاضے کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ابلاغ کے لئے حکمت و دانش، سلیقہ مند و مہذب اور باوقار اسلوب اختیار کیا جائے جس میں اظہار خیال میں شائستگی اور اخلاقی اقدار کے تحفظ کی جھلک نظر آئے۔ آئین کی دفعہ 19 میں شہریوں کا تقریر اور اظہارِ رائے کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پریس آزاد ہوگا۔ لیکن اس بنیادی حق کو اسلام کی عظمت (Glory of Islam) کی خاطر عائد کردہ معقول قانونی بندشوں کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ سپریم اپلیٹ کورٹ (گلگت بلتستان) کے فل بنچ فیصلہ بابت سوموٹو کیس نمبری 5/2010 میں فاضل چیف جسٹس جناب محمد نواز عباسی نے آزادی اظہار کی حدود کی وضاحت کرتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ:

ترجمہ: "لیکن خلاف اسلام افکار کا اس نکتہ نظر سے پراپیگنڈا کے اس کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے یا نبی کریم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز تحریری یا زبانی گفتگو یا توہین کے حق میں بیان بازی یا نبی کریم ﷺ کے تقدس کی حفاظت کی غرض سے بنائے گئے قانون توہین رسالت کے بارے میں نازیبا گفتگو قانونی طور پر ممنوع ہے اور اخلاقی تعلیمات کے منافی بھی ہے لہٰذا ان معاملات پر قابل

اعتراض مواد کی اشاعت یقینی طور پر آزادی اظہار کے حق میں ہر گز شامل نہیں ہے اور ایسے مواد کی اشاعت میں بالواسطہ یا بلا واسطہ ملوث شخص یا کسی بھی طور پر اس کی مدد کرنے والا توہین رسالت کے جرم کا مرتکب ٹھہر سکتا ہے۔ اور ایسا شخص ہتک عزت کی کارروائی کے ساتھ توہین رسالت کے جرم میں سزاوار ہو گا۔

۳۸۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور دستور پاکستان کی رو سے اسلام کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون سازی نہ ہو سکتی ہے لہٰذا توہین رسالت کے قانون پر انگشت نمائی سختی سے قابل مذمت ہے۔"

"…….but propaganda of anti Islamic thoughts with a view to cause injury to the feelings of a Muslim sect or any slander made in writing of in spoken words insultive to the Holy Prophets or to be critical with use of derogatory language in respect of the religious thoughts or to speak in favor of blasphemy or against the law of blasphemy in insultive manner to the honour of last Holy Prophet Muhammad (PBUH) is prohibited by law and also by code of moral conduct. Therefore, publication of objectionable material on the above matters is certainly beyond the right of free expressin and the person responsible for such publication directly or indirectly and also a person who in any manner acts in aid of such activity may be guilty of offence of Blasphemy and is equally liable for prosecution under the law of Blasphemy in addition to the prosecution for libel and defamation.

38. Pakistan is a Muslim State and under the Constitution of Pakistan no law against the spirit of injunction of Islam can be made therefore and action criticizing Blasphemy law is rigidly condemnable.

پریس کی آزادی کو اسلام کی خاطر معقول قانونی پابندیوں کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کا عالمی منشور جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ کو منظور کیا، میں بھی آزادیوں اور حقوق کے ضمن میں ایسی حدود کا تعین کیا گیا ہے جو دوسروں کی آزادی

اور حقوق کو تسلیم کرنے، ان کے احترام کرنے یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات سے مقید ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی منظوری کے تاریخی کارنامے کے بعد جنرل اسمبلی نے تمام ممبر ممالک پر یہ زور دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے ہاں اس کا اعلان عام کریں، اشاعت کریں، نمایاں مقامات پر آویزاں کریں، اور سکولوں و تعلیمی اداروں میں اس منشور کو پڑھائیں اور سمجھائیں۔ اس منشور کی دفعات ۲۹ و ۳۰ انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

دفعہ ۲۹: (۱) ہر شخص پر معاشرے کے حقوق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر ہی اسکی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(۲) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لئے قانون کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔

(۳) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔

دفعہ ۳۰: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے ملک، گروہ، یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی تخریب ہو، جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

اسی طرح اقوام متحدہ کے ''بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری وسیاسی حقوق'' (International Covenant for Civil and Political Rights) کی دفعات ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ میں سوچ و فکر کی آزادی، اظہار رائے وبیان کی آزادی، مذہب وعقیدے کی آزادی کے بیان میں مستقل دفعات کے ذریعے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ تمام آزادیاں اور حقوق قانون میں عائد پابندیوں، امن عامہ، صحت، اخلاقیات اور دوسروں کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کے احترام کے لحاظ سے مشروط ہیں۔ دفعات درج ذیل ہیں:

دفعہ ۱۸:

۱۔ ہر شخص کو فکر، اخلاقی شعور اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوگا۔ اس حق میں اپنی پسند کے کسی مذہب یا عقیدے کو رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی بھی شامل ہوگی۔ اور یہ آزادی بھی کہ وہ انفرادی یا اجتماعی طور پر عوامی یا نجی سطح پر اپنے مذہب یا عقیدے کا اظہار عبادت، بندگی، عمل اور تعلیم کے ذریعے کر سکے۔

۲۔ کسی شخص پر ایسا جبر نہیں کیا جا سکے گا جس کے تحت اُس کی مرضی و منشاء کے مذہب و عقیدے کو رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی کو مجروح کیا جا سکے۔

۳۔ کسی کو اپنے مذہب یا عقیدے کے اظہار کی آزادی پر صرف وہی قیود عائد کی جا سکتی ہیں۔ جو کہ قانون میں عائد کی ہوں اور تحفظ عامہ کی حفاظت، نظم، صحت یا اخلاقیات یا بنیادی حقوق یا دوسروں کی آزادیوں سے متعلق ہوں۔

۴۔ معاہدہ ہذا میں شامل ریاستیں یہ ضمانت دیتی ہیں کہ والدین کی آزادی کا احترام کیا جائے گا اور جہاں لاگو ہو، قانونی ولی کی، کہ وہ اپنے بچوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم اپنے رجحانات کے مطابق کر سکیں۔

Article 18

1. Everyone shall have the right to freedom of thought, conscience and religion. This right shall include freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice, and freedom, either individually or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in worship, observance, practice and teaching.

2. No one shall be subject to coercion which would impair his freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice.

3. **Freedom to manifest one's religion or beliefs may be subject only to such limitations as are prescribed by law and are necessary to protect public safety, order, health, or morals or the fundamental rights and freedoms of others.**

4. The States Parties to the present Covenant undertake to have respect for the liberty of parents and, when applicable, legal guardians to ensure the religious and moral education of their

children in conformity with their own convictions.

دفعہ ۱۹:

۱۔ ہر کسی کو رائے رکھنے کی بلا مداخلت آزادی حاصل ہو گی۔

۲۔ ہر کسی کو اظہار کی آزادی حاصل ہو گی اور اظہار کی آزادی میں معلومات اور ہر قسم کے خیالات کی تلاش، حصول اور فراہمی کی آزادی، جغرافیائی حدود سے ماورا، زبانی یا تحریری یا مطبوعہ آرٹ کی صورت میں یا کسی دیگر ذریعہ سے جو کہ اُس کی پسند ہو، شامل ہے۔

۳۔ فقرہ نمبر ۲ مذکورہ بالا میں واضح کردہ حقوق کے استعمال کے ساتھ خاص ذمہ داریاں اور فرائض منسلک ہیں، یہ حقوق مخصوص قدغن کے ساتھ مشروط ہو سکتے ہیں لیکن قدغن وہی ہو گی جو قانون میں واضح کی گئی ہو اور ضروری ہو، جو کہ

(الف) دوسروں کے حقوق کے احترام اور اُن کی معاشرتی ساکھ سے متعلق ہوں۔

(ب) قومی سلامتی کے تحفظ یا امن عامہ یا صحت عامہ یا اخلاقیات سے متعلق ہوں۔

Article 19

1. Everyone shall have the right to hold opinions without interference.

2. Everyone shall have the right to freedom of expression; this right shall include freedom to seek, receive and impart information and ideas of all kinds, regardless of frontiers, either orally, in writing or in print, in the form of art, or through any other media of his choice.

3. The exercise of the rights provided for in paragraph 2 of this article carries with it special duties and responsibilities. It may therefore be subject to certain restrictions, but these shall only be such as are provided by law and are necessary:

(a) For respect of the rights or reputations of others;

(b) For the protection of national security or of public order (ordre public), or of public health or morals.

دفعہ ۲۰:

۱۔ جنگ کے لیے پروپیگنڈہ پر قانونی پابندی عائد کی جائے گی۔

۲۔ قومی، نسلی یا مذہبی نفرت کی حمایت، جو کہ امتیاز، دشمنی اور تشدد کی جانب ابھارے، پر قانونی پابندی عائد کی جائے۔

<u>Article 20</u>

1. Any propaganda for war shall be prohibited by law.

2. Any advocacy of national, racial or religious hatred that constitutes incitement to discrimination, hostility or violence shall be prohibited by law.

یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ آزادی اظہار اور تقریر پر مناسب اور جائز قدغن صرف پاکستان کے دستور کا خاصہ نہیں بلکہ دنیا کے سیکولر ممالک میں بھی آزادی اظہار و تقریر کو مناسب قانونی حدود و قیود کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک میں حق اظہار و تقریر کو متعدد پابندیوں کے ساتھ قبول کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ "یورپی کنونشن برائے تحفظ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں" جو کہ تقریباً پورے یورپ پر نافذ ہے، کی دفعہ ۱۰ میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ:

دفعہ ۱۰

۱۔ ہر کسی کو آزادی اظہار کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں رائے کی آزادی کا حق اور معلومات اور خیالات کی بلا روک ٹوک حصول اور فراہمی قطع نظر جغرافیائی حدود شامل ہو گی۔ یہ دفعہ ریاستوں پر یہ قدغن عائد نہیں کرتی کہ وہ براڈ کاسٹنگ، ٹی وی یا سینما جیسے تجارتی اداروں سے لائسنس کے حصول کی شرائط عائد کریں۔

۲۔ اِن آزادیوں کا استعمال چونکہ فرائض اور ذمہ داریوں سے منسلک ہے۔ لہٰذا اِن آزادیوں کے استعمال پر قانون کے مطابق ایسی شرائط، ضوابط، قدغن یا سزائیں عائد کی جا سکتی ہیں جو جمہوری معاشرے، قومی سلامتی کے مفاد، یکجہتی اور حفاظت عوام کی ضرورت ہوں تا کہ نقص امن، جرم کی روک تھام، صحت کی حفاظت، اخلاق کی حفاظت، دوسروں کی شہرت کی حفاظت اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت اور خفیہ معلومات اور عدلیہ کے قانونی اختیار کے قیام اور غیر جانبداری سے متعلقہ ہوں۔

ARTICLE 10

Freedom of expression:

1. Everyone has the right to freedom of expression. This right shall include freedom to hold opinions and to receive and impart information and ideas without interference by public authority and regardless of frontiers. This Article shall not prevent States from requiring the licensing of broadcasting, television or cinema enterprises.

2. The exercise of these freedoms, since it carries with it duties and responsibilities, may be subject to such formalities, conditions, restrictions or penalties as are prescribed by law and are necessary in a democratic society, in the interests of national security, territorial integrity or public safety, for the prevention of disorder or crime, for the protection of health or morals, for the protection of the reputation or rights of others, for preventing the disclosure of information received in confidence, or for maintaining the authority and impartiality of the judiciary.

ڈنمارک جہاں سے حالیہ عرصہ میں گستاخانہ خاکوں کا آغاز ہوا، بھی اس کنونشن کا حصہ ہے، ڈنمارک نے ۱۹۵۳ میں اس کنونشن کی تصدیق کی اور اب وہ ڈنمارک کے دستور و قانون کا لازمی جزو ہے۔ڈنمارک کے کریمنل کوڈ کی دفعہ ۱۴۰ میں دوسروں کے مذہبی جذبات کی توہین وتضحیک کو جرم تصور کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا ہے کہ:

"Those who publicly mock or insult the doctrines of worship of any religious community that is legal in this county, will be punished by a fine or incarceration for upto four months"

اسی طرح کریمنل کوڈ کے آرٹیکل ۲۶۶ بی میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ:

"Any person who publicly or with intention of dissemination to wide circle of people makes a statement or imparts other information threatening, insulting or degrading a group of persons on account of their race, colour, national

or ethnic origin, belief or sexual orientation, shall be liable to a fine, simple detention or imprisonment for a term not exceeding two years."

فرانسیسی انقلاب کا مشہور زمانہ "حقوق کا اعلامیہ" جو کہ بعد ازاں بہت سے ممالک کے دساتیر کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنا، میں بھی یہ واضح طور پر قرار دیا گیا ہے:

"The free communication of ideas and opinion is one of the most precious of the rights of man. Every citizen may, accordingly, speak, write, and print with freedom, but **shall be responsible for such abuses of this freedom as shall be defined by law."**

ناروے کے دستور کی دفعہ ۱۰۰ میں یہ واضح طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ:

"There shall be liberty of the Press. No person may be punished for any writing, whatever its contents, which he has caused to be printed or published, unless he will fully and manifestly has either himself shown or incited others to disobedience to the laws, contempt of religion, morality or the constitutional powers or resistance to their orders of has made false and defamatory accusations against anyone."

اس حوالے سے جرمنی کا قانون بھی بہت واضح ہے، ضابطہ تعزیرات جرمنی کے گیارویں باب بعنوان "جرائم جو مذہب اور فلسفہ زندگی سے متعلق ہیں" کی فعہ ۱۶۶ میں یہ جرم قرار دیا گیا ہے کہ:

"(1) Whoever publicly or through dissemination of writings (Section 11 sub-section (3) insults the content of others, religious faith or faith related to a philosophy of life in a manner that is capable of disturbing the public peace, shall be punished with imprisonment for not more than three years or fine.
(2) Whoever publicly or through dissemination of writings (Section 11 subsection (3) insults a church, other religious

society, or organization dedicated to a philosophy of life located in Germany, or their institutions or customs in a manner that is capable of disturbing the public peace, shall be similarly punished.”

اسی طرح اسی قانون کی دفعہ ۱٦۷ جو کہ مذہب کے عمل میں مداخلت کے عنوان سے ہے، یہ قرار دیتی ہے کہ:

“(I) Whoever:

1.

Intentionally and in a gross manner disturbs a religious service or an act of a religious service of a church or other religious society located in Germany: or

2. Commits insulting mischief at a place dedicated to the religious service or such a religious society, shall be punished with imprisonment for not more than three years or a fine.

(II) Corresponding celebrations of an organization dedicated to a philosophy of life located in Germany shall be the equivalent of religious services.”

فن لینڈ کے قانون بعنوان مذہب کے تقدس کی خلاف ورزی کی دفعہ ۱۰ اس ضمن میں توہین مذہب کی تعریف کرتے ہوئے یہ قرار دیتی ہے کہ:

“A person who (I) publicly blasphemes against God or, for the purpose of offending, publicly defames or desecrates what is otherwise held to be sacred by a church or religious community, as referred to in the Act on the Freedom of Religion (267/1998) ”

اسی طرح آسٹریا کے ضابطہ تعزیرات فوجداری کی دفعہ ۱۸۸ میں مذہبی جذبات کو مجروح کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح نیدرلینڈ کے تعزیرات فوجداری کی دفعہ ۱۴۷ میں بھی بلاسفیمی کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شیریں مزاری نے اپنے ایک مضمون بعنوان “Multiculturalism

and Islam in Europe” میں نیدر لینڈ کے ضابطہ فوجداری کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

“**The Netherlands:** Blasphemy is a criminal offence under the Penal Code Article 147 (introduction and subsection I Wetboek van Strefrecht), though this provision only covers expressions concerning God, and not saints and other revered religious figures (“godalaatering”). Further, the criminal offence of blasphemy has been interpreted to require that the person who makes the expression must have had the intention to be “scornful” (“Smalend”).”

اسی طرح اسپین کے قانون بابت توہین کے ضمن میں لکھتی ہیں کہ:

“**Spain:** The crime of blasphemy was abolished in 1988. The Constitutional Court has ruled that the right to freedom of expression, broadly protected by Article 20 of the Constitution, can be subject to restrictions aimed both at the protection of the rights of others or at the protection of other constitutionally protected interests. ”

آئرلینڈ کے دستور کی دفعہ ۴۰ میں بھی اظہار رائے کی آزادی کی حدود و قیود درج ذیل طور پر متعین کی گئی ہیں:

“6.1: The State guarantees liberty for the exercise of the following rights, subject to public order and morality:

(1) The right of the citizens to express freely their convictions and opinions. The education of public opinion being, however, a matter of such grave import to the common good, the State shall endeavour to ensure that organs of public opinion, such as the radio, the press, the cinema, while preserving their rightful liberty of expression, including criticism of Government

policy, shall not be used to undermine public order or morality or the authority of the State."

18۔ بین الاقوامی انجمنوں واداروں، بین الاقوامی معاہدات، بین الاقوامی اعلامیے اور یورپ کے مختلف ممالک کے قانون سے یہ واضح ہے کہ توہین مذہب، توہین مقدس شخصیات اور افراد واجتماع کے مذہبی جذبات واحساسات کا لحاظ اور اس ضمن میں اظہار رائے وتقریر وبیان پر مناسب قانونی قدغن دنیا کے تمام مہذب ممالک کا خاصہ ہے۔اس کے علاوہ بین الاقوامی عدالتوں کے فیصلہ جات بھی اس ضمن میں اہمیت کے حامل ہیں۔اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کمیٹی (HRC) جسے بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری وسیاسی حقوق کے تحت قائم کیا گیا ہے ، نے اپنے فیصلہ نمبری ۵۵۰/1993 مورخہ ۸ نومبر ۱۹۹۶ میں "رابرٹ فوریسن بنام فرانس" میں دفعہ (۳)۱۹ کی تشریح کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ فرانس کی جانب سے ہولوکاسٹ پر اظہار خیال سے یہودیوں کے مذہبی جذبات اور حقوق کی پامالی ہوئی ہے۔

ترجمہ: چونکہ مصنف کی طرف سے بیان اس نوعیت کا ہے جس سے یہودیوں کے خلاف جذبات بڑھتے یا مضبوط ہوتے لہٰذا قانونی قدغن یہودیوں کے خوف سے آزاد فضاء میں زندگی گزارنے کے لیے عائد کی گئی ہے۔ان وجوہات کی بنا پر کمیٹی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مصنف کے آزادیٔ اظہار پر عائد کردہ قیود معاہدہ کی دفعہ (۳)۱۹ کے فقرہ نمبر ۳(الف) کی رو سے بالکل درست ہیں۔

"Since the statements made by the author…. Were of a nature as to raise or strengthen anti-Semitic feelings, the restriction served the respect of the Jewish community to live free from fear of an atmosphere of anti-Semitism. The Committee therefore concludes that the restriction of the author's freedom of expression was permissible under article 19, paragraph 3 (a), of the Covenant."

یورپی عدالت برائے انسانی حقوق (ECHR) نے ایک مقدمہ میں جس میں سکول کے بچوں کے لئے ایک کتاب "The little Red Schoolbook" کی اشاعت، جس میں فحش اور گھٹیا جنسی مواد کی تفصیلات دی گئی تھیں کے پبلشر پر برطانوی حکومت کی جانب سے

Obscene Publication Act, 1964 کے تحت مقدمہ کے حوالے سے مشہور ہینڈی سائیڈ کیس میں حق اظہار رائے کی وضاحت کرتے ہوئے قرار دیا کہ:

ترجمہ: اس عدالت کا نگرانی کا منصب اس بات کا متقاضی ہے کہ یہ عدالت اُن اصولوں کی جانب بھرپور توجہ دے جو جمہوری معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں۔ آزادیٔ اظہار ایسے معاشرے کے قیام کے لیے ایک اساس ہے، ایک ایسی بنیادی شرط جو معاشرے اور ہر فرد کی ترقی و تعمیر کے لیے ناگزیر ہے۔ دفعہ ۱۰ کے پیراگراف ۲ کے تحت، یہ آزادی نہ صرف معلومات یا خیالات جو کہ مثبت طور پر حاصل ہوتے ہیں یا جو غیر مجرمانہ تصور ہوتے ہیں تک ہی محدود نہ ہے بلکہ ہر اُس عمل پر محیط ہے جو ریاست یا ریاست کے کسی گروہ کو متاثر، پریشان یا خوفزدہ کرتا ہے۔ تکثیریت، برداشت اور کشادہ ذہنی کی یہ بنیادی ضروریات ہیں۔ جن کے بغیر کسی جمہوری معاشرہ کا تصور نہ ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بشمول دیگرے ہر قانونی ضابطہ، شرط، پابندی اور سزا جو اِس باب میں تجویز کی جائے وہ اُن قانونی مقاصد سے ہم آہنگ ہونی چاہیے۔
ایک اور زاویۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عیاں ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی آزادیٔ اظہار کا حق استعمال کرتا ہے وہ اپنے اوپر چند فرائض اور ذمہ داریاں بھی قبول کرتا ہے۔ جس کا دائرہ کار اُن حالات اور ذرائع جن کو وہ اختیار کرتا ہے پر موقوف ہے۔ عدالت اُن ذمہ داریوں اور فرائض سے صرفِ نظر نہیں کر سکتی جو اُس شخص پر عائد ہوتی ہیں جیسا کہ اس کیس میں ہے کہ آیا قانونی پابندیاں اور سزائیں معاشرتی اخلاقیات کی حفاظت جو کہ جمہوری معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہیں کا مناسب اطلاق کیا گیا۔

"The Court's supervisory functions oblige it to pay the utmost attention to the principles characterizing a "democratic society". Freedom of expression constitutes one of the essential foundations of such a society, one of the basic conditions for its progress and for the development of every man. Subject to paragraph 2 of Article 10 (art. 10-2), it is applicable not only to "information" or "ideas" that are favourably received or regarded as inoffensive or as a matter of indifference, but also to those that offend, shock or disturb the State or any sector of the population. Such are the demands of that pluralism, tolerance and broadmindedness without which there is no "democratic society". This means, amongst other things, that every "formality", "condition", "restriction" or "penalty" imposed in this sphere

must be proportionate to the legitimate aim pursued.
From another standpoint, whoever exercises his freedom of expression undertakes "duties and responsibilities" the scope of which depends on his situation and the technical means he uses. The Court cannot overlook such a person's "duties" and "responsibilities" when it enquires, as in this case, whether "restrictions" or "penalties" were conducive to the "protection of morals" which made them "necessary" in a "democratic society". ” (HANDYSIDE v. THE UNITED KINGDOM)

اسی طرح اوٹومری سنگر انسٹی ٹیوٹ ،ایک وڈیو ساز ادارہ، نے عیسائیت کے خلاف ایک متنازعہ فلم بنائی تورومن کتھیولک چرچ نے اس کے خلاف فوجداری کارروائی کاآغاز کر دیا۔ فلم کو قبضہ میں لے لیاگیا اور بعدازاں عدالتی حکم کے تحت فلم کو ضبط (Forfeit) کر دیاگیا۔ مقدمہ جب یورپی عدالت برائے انسانی حقوق میں پہنچاتو عدالت نے یہ قرار دیا کہ :

ترجمہ : کوکی ناکی کے فیصلے میں عدالت نے قرار دیا کہ آرٹیکل ۹ کے تناظر میں ریاست ایسے رویوں بشمول ایسی معلومات اور خیالات کی ترویج جو آزادی خیال، شعور اور کسی مذہبی آزادی سے متصادم ہوں، کی روک تھام کے لیے قانونی طور پر اقدامات کرے۔
قانونی طور پر ایسا سمجھا جاسکتا ہے کہ مقدس مذہبی شخصیات کی اشتعال انگیز تصاویر سے، مذہبی احساسات کا احترام، جس کی ضمانت آرٹیکل ۹ میں دی گئی ہے، بری طرح مجروح ہوا ہے اور ایسی تصاویر سے جذبۂ برداشت کی روح کی خلاف ورزی / بے حرمتی ہوئی ہے، جو کہ ایک جمہوری معاشرے کا خاصہ ہونی چاہیے۔ اس کنونشن کو بحیثیت مجموعی پڑھا جانا چاہیے اور اسی لیے آرٹیکل ۱۰ کی تشریح اور اس کیس پر اس کا اطلاق، اس کنونشن کی منطق کے موافق ہونا چاہیے۔ (دیکھیں میو ٹیٹس میوٹینڈس، کلاس و دیگر بنام جرمنی، فیصلہ مورخہ ٦ ستمبر ۱۹۷۸ء سیریز اے نمبر ۸۲، پیرا ٦٨١)
جن اقدامات کی شکایت کی گئی وہ آسٹریا کے مجموعہ تعزیرات کی دفعہ ۱۸۸ کی بنیاد پر جس میں ایسے رویوں کی روک تھام کی گئی ہے جو مذہبی تقدس کے خلاف اور جن سے اشتعال انگیزی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اس کا مقصد شہریوں کے حقوق کا تحفظ تھا کہ دوسرے لوگوں کے عوامی سطح پر اظہارِ رائے سے کسی بھی شخص کے مذہبی احساسات و جذبات مجروح نہ ہوں۔ آسٹریائی عدالتوں کے فیصلے جن دلائل کے تحت کیے گئے اِن کی روشنی میں یہ عدالت تسلیم کرتی ہے کہ ایسے اقدامات کا مقصد قانونی طور پر دفعہ ۱۰ پیرا ۲ پر عمل درآمد ہے۔ جس کا عنوان ہے ’’دوسروں کے حقوق کی حفاظت‘‘۔

“In the Kokkinakis judgment the Court held, in the context of Article 9 (art. 9), that a State may legitimately consider it necessary to take measures aimed at repressing certain forms of conduct, including the imparting of information and ideas, judged incompatible with the respect for the freedom of thought, conscience and religion of others (ibid., p. 21, para. 48).The respect for the religious feelings of believers as guaranteed in Article 9 (art. 9) can legitimately be thought to have been violated by provocative portrayals of objects of religious veneration; and such portrayals can be regarded as malicious violation of the spirit of tolerance, which must also be a feature of democratic society. The Convention is to be read as a whole and therefore the interpretation and application of Article 10 (art. 10) in the present case must be in harmony with the logic of the Convention (see, mutatis mutandis, the Klass and Others v. Germany judgment of 6 September 1978, Series A no. 28, p. 31, para. 68).
48. The measures complained of were based on section 188 of the Austrian Penal Code, which is intended to suppress behaviour directed against objects of religious veneration that is likely to cause "justified indignation". It follows that their purpose was to protect the right of citizens not to be insulted in their religious feelings by the public expression of views of other persons. Considering also the terms in which the decisions of the Austrian courts were phrased, the Court accepts that the impugned measures pursued a legitimate aim under Article 10 para. 2 (art. 10-2), namely "the protection of the rights of others".”

اسی طرح یورپی عدالت نے ایک دیگر مقدمہ (Dubowska and Skup Vs. Poland) میں اسی اصول کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھا:

ترجمہ: البتہ جس طریقہ سے مذہبی عقائد یا تعلیمات کی مخالفت یا نفی کی جاتی ہے ایک توجہ طلب امر ہے جو کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان عقائد و تعلیمات کے حامل

افراد کے پرامن طور دفعہ ۹ میں دیئے گئے حق کے استعمال کو یقینی بنائے۔ لہٰذا مذہبی پیروکاروں کے جذبات کا احترام جو کہ دفعہ ۹ میں وضع کیا گیا ہے کی بعض صورتوں میں اشتعال انگیز اقدامات کے ذریعے مذہبی طور پر مقدس چیزوں کی خلاف ورزی بھی ہو سکتی ہے۔ نتیجتاً، دفعہ ۹ میں دیئے گئے حقوق کی حفاظت کی غرض سے ریاستوں پر یہ بدیہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے اقدامات کریں کہ جن کے ذریعے مذہبی آزادی کے حق کو افراد کے مابین تعلقات کے ضمن میں بھی موثر انداز میں محفوظ کیا جا سکے۔ ایسے اقدامات، بعض حالات میں، ایک قانونی راستہ وضع کرتے ہیں کہ فرد اپنی عبادت کے معاملات میں کسی دوسرے کی وجہ سے تنگ نہ ہو۔

"However, the manner in which religious beliefs and doctrines are opposed or denied is a matter which may engage the responsibility of the State to ensure the peaceful enjoyment of the right guaranteed
under Article 9 (Art. 9) of the Convention to the holders of those beliefs and doctrines. Thus, the respect for the religious feelings of believers as guaranteed in Article 9 (Art. 9) may in some cases be violated by provocative portrayals of objects of religious veneration
(see Eur. Court HR, Otto-Preminger-Institut v. Austria judgment of 20 September 1994, Series A no. 295-A, p. 18, para. 47).

As a consequence, there may be certain positive obligations on
the part of a State inherent in an effective respect for rights guaranteed under Article 9 (Art. 9) of the Convention, which may involve the adoption of measures designed to secure respect for freedom of religion even in the sphere of the relations of individuals between themselves (see, mutatis mutandis, Eur. Court HR, X and Y v. the Netherlands judgment of 26 March 1985, Series A no. 91, p. 11, para. 23). Such measures may, in certain circumstances, constitute a legal means of ensuring that an individual will not be disturbed in his worship by the activities of others."
(Dubowska and Skup Vs Poland: (Appl. Nos 33490/96 and 34055/96.)

19۔ مغرب میں پائے جانے والے توہین رسالت کا تصور اسلام کے قانون توہین رسالت سے یکسر مختلف ہے۔ مغرب کی اپنی ایک تاریخ ہے جس میں خُدا یا مقدس ہستیوں کی تضحیک و توہین

(Blasphemy) کے قانون کا کلیسا نے اپنے مقاصد کے تحت استعمال کیا اور حتیٰ کہ اہل کلیسا کی رائے کی مخالفت کو بھی توہین کے ہم پلہ (Blasphemy) شمار کرتے ہوئے معصوم لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ اس موضوع پر مغرب میں متعدد کتب تصنیف کی گئیں۔ مغرب اور کلیسا کی اس حوالے سے ظلم بھری تاریخ کے لئے ڈیوڈ ناش کی کتاب Blasphemy in the Christian World (A History) اور لیونارڈ لیوی کی کتاب Blasphemy چشم کشائی کے لئے کافی ہیں۔ اس موضوع پر ڈاکٹر محمود احمد غازی کی کتاب "قانون توہین رسالت" کا ایک اہم اقتباس نقل کرنا ضروری ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

"توہین رسالت کی تاریخ کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے، خصوصاً اس وقت جب دفعہ 295 سی کے متعلق ذہنی تحفظات کا اظہار کیا جا رہا ہو۔ مسلمان جو مختلف سیاسی آرا، مذہبی تقسیم، جغرافیائی، علاقائی تفریق اور گروہی و نسلی پس منظر کے حامل ہوں۔ اس موضوع پر گہری جذباتیت رکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی شخصیت کی حرمت اور آپ کے مقدس مشن کی توقیر پر بھی مصالحت نہیں کرتے، حالانکہ توہین رسالت کے قانون کے اصول اور نظریات کی بنیاد مغربی ممالک میں توہین رسالت کے نظریہ کے تصور سے مختلف ہے اور اس لیے مختلف ادوار میں قوانین توہین رسالت کی تاریخ کے ساتھ کسی طرح کا موازنہ کرنے کا جواز پیش نہیں کرتے۔

پھر بھی یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں توہین رسالت کا تصور کی مختصر تاریخ کو تلاش کیا جائے۔ یہ تجزیہ ضروری ہے کیونکہ پاکستان میں اس قانون کے بہت سے نقاد اسے لوگوں کی اکثریت کے جذبات اور اُمنگوں کی روشنی میں سمجھنا چاہیے اور اسی حوالے سے اس کی تشریح بھی ہونی چاہیے۔

کچھ لوگ قانون توہین رسالت کے بارے میں بڑے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں آئین کی رو سے جن انسانی حقوق کی ضمانت فراہم کی جاتی ہے یہ اس سے ہم آہنگ نہیں۔ اس بنیاد پر اس احساس کی بمشکل توثیق ہوتی ہے اس لیے کہ آئین نے خود کچھ حدود و قیود مقرر کر رکھی ہیں۔ سیاسی طور پر بھی پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کو ہم یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اس قانون پر معترض نہ ہوں۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں اور اگر نہ جانتے ہوں تو انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ پاکستان کے مسلمان کسی کا بھی، جن میں اقلیتیں شامل ہیں، یہ حقوق نہیں تسلیم کرتے کہ وہ کسی بھی بنیاد پر یہ دعویٰ کریں کہ انہیں اپنے ہمسائے کے مذہب کی توہین کرنے یا آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کا کوئی حق حاصل ہے۔ پاکستانی مسلمان تو در حقیقت اس منطق کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کوئی پوری تاریخ بنی نوع انسان کی سب

سے زیادہ قابل احترام اور محبوب شخصیت کی توہین کرنے کی آزادی کا حق کس طرح مانگ رہا ہے۔"

اسے مغرب کی تاریخ توہین رسالت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس قانون کا سہارا لے کر کلیسا اور ریاست نے بے اعتدالیاں کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ اس کے خلاف ردِ عمل بڑھتا گیا اور بالآخر کچھ ممالک میں اسے کالعدم کر دیا گیا اور کچھ ممالک میں اس کا وجود برائے نام رہ گیا تھا، کلیسا نے اپنے آپ کو نہ صرف یسوع مسیح کا جانشین ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ اس کا ترجمان بن کر خود خدا کی نمائندگی کی۔

کلیسا نے غور کیا کہ اس کے اپنے نظریات میں جو تضاد تھا وہ توہین رسالت کے مترادف تھا اور سخت سزا کا مستوجب تھا۔ ایک مشہور محاورہ ہے "جو میں چاہتا ہوں تم وہ مت کرو" اس سے معاملے میں کلیسا کے رویے کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس طرح کا رویہ آزاد علم اور بامعنی چھان بین یا تحقیق کے تمام دروازے بند کر دیتا ہے۔ پادریوں نے اپنے علم و فضل کی گرتی ہوئی سطح اور اپنی سیاسی طاقت کی بڑھتی ہوئی دھاک کی وجہ سے ہر اس رائے یا نقطہ نظر کو جو ان کی پالیسیوں اور دعوؤں سے ہم آہنگ نہیں تھے توہین رسالت اور کفر والحاد کہا۔ ریاست نے کلیسا کے اثر و رسوخ کو ترقی دینے اور یکجا کرنے کے لیے اپنی ہدایات کے نفاذ کے ذریعے معاونت کی۔

1553ء میں برطانیہ کی ملکہ الزبتھ نے کچھ لوگوں کو محض اس لیے زندہ جلا دیا کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یسوع مسیح خدا نہیں تھے اور یہ کہ معصوم بچوں کو بپتسمہ نہیں دینا چاہیے۔

20۔ عدالت عالیہ لاہور نے اپنے فیصلہ اسلامک لائرز موومنٹ بنام فیڈریشن آف پاکستان (**۲۰۱۲ سی ایل سی صفحہ ۱۳۰۰**) میں اسی نوعیّت کے معاملہ میں درج ذیل ہدایات جاری کیں، لیکن بد قسمتی سے اِن پر عملدرآمد نہ ہوا۔ نتیجتاً پراگندہ سوچ کے حامل افراد کو مزید شہ ملی اور انہوں نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کی خاطر کائنات کی سب سے مقدس اور معتبر ہستی نبیِ آخر الزمان ﷺ کی شان میں ناقابل تحریر و بیان گستاخی کے انداز اپنائے اور ایسا مواد پھیلایا جس کو دیکھنے کی کسی میں سکت ہے اور نہ سننے کا یارا۔ عدالت عالیہ لاہور نے مذکورہ بالا مقدمہ میں حکومت اور متعلقہ اداروں کو درج ذیل ہدایات جاری کیں:

(ترجمہ) گزشتہ فقرات میں کی گئی بحث سے اخذ کردہ نتائج کی رو سے درج ذیل ہدایات فوری اور سختی سے عملدرآمد کے لیے مسئول علیہ کو جاری کی جاتی ہیں:۔

۱۔ یہ کہ بین الوزارت کمیٹی جو کہ سال ۲۰۱۰ء میں اس وقت کے وزیر اعظم نے تشکیل دی تھی، ویب سائٹس پر چوکس نظر رکھے گی اور کسی بھی گروہ کے مذہبی عقائد کے حوالے سے متنازعہ / قابل اعتراض مواد کے فتنہ شہود پر آنے کی صورت میں فوری ایکشن

لے گی۔ قبل اس کے کہ ایسا مواد عامۃ الناس تک پہنچ سکے اور کسی کوتاہی کی صورت میں متعلقہ افراد/افسران کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے گی اور حکومت ایسی کمیٹی میں نجی طبقہ سے بھی افراد کو نمائندگی دے گی۔

۲۔ یہ کہ سروسز ڈویژن، اسلام آباد کے تحت کام کرنے والے کرائسز سیل کو ایسے میٹریل/مواد کے سوراغ اور متعلقہ ویب سائٹ/URL کی بلاتاخیر بندش کی جانے اور کسی کوتاہی کی صورت میں غفلت کے مرتکب افراد کے خلاف سخت قانونی اقدام کیا جائے۔

۳۔ حکومت اپنے مستقل مندوب کے توسط سے اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں اُجاگر کرے گی۔ تاکہ بین الاقوامی سطح پر ایسے افعال کے اداروں کے لیے قانون سازی ہو سکے اور عالمی برادری کو امت مسلمہ کے تحفظات سے بالعموم جبکہ پاکستان کے تحفظات سے بالخصوص آگاہ کریں جو کہ ایسے قابل اعتراض مواد کی اشاعت سے متعلق ہیں۔

۴۔ حکومت دیگر رکن ممالک سے مشاورت سے اس مسئلے کو اسلامی ممالک کی تنظیم او۔آئی۔سی میں اُجاگر کرے گی اور آئندہ ایسے اقدامات کے تدارک کے لیے واضح لائحہ عمل اختیار کرے گی۔

۵۔ حکومت ایسے اقدامات پر بھی غور کرے گی کہ جن کے ذریعے غیر اخلاقی اور غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ویب سائٹس کو مستقل طور پر بند کیا جا سکے۔

۶۔ حکومت اس مسئلے پر دیگر اسلامی ممالک اور چین کی طرز پر قانون سازی کے لیے تحرک کرے گی۔

۷۔ حکومت پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے توسط سے ایسی ویب سائٹس کے استعمالات و مضمرات سے عوامی آگاہی کا انتظام کرے گی اور

۸۔ آئندہ ایسے جرائم کے اقدام کی صورت میں حکومت متعلقہ ذمہ دار محکموں کے خلاف متعلقہ فورمز پر قانونی کارروائی کرے گی۔

14. As a necessary corollary to the discussion in the foregoing paragraphs the following guidelines are formilated for immediate and strict action by the respondents:

(i) That Inter ministerial committee constituted by the then Prime Minister in the year; 2000 would keep a vigilant eye on the websites and in the eventuality of any objectionable material concerning the religious faith of any group would take prompt action before it reaches to the public-at-large and in

case of failure the concerned persons would be taken to task while initiating disciplinary action against them and the government would also include some members from amongst the private persons in the said committee;

(ii) That the Crisis Cell working in the Services Division ICT Directorate and Enforcement Division shall be used as a tool to unearth such material and to block the relevant website/URL forthwith and in case of failure stern action be taken against the delinquents;

(iii) That the government shall agitate the matter before the United Nations through its permanent delegate for legislation at international level against such acts and convey the reservations of the Muslims of the world in general and that of Pakistan in particular regarding the publication of such objectionable material;

(iv) That the government shall bring matter before the Organization of Islamic Countries (OIC) in consultation with the other member countries and would adopt a clear-cut via media to halt repetition of such incidents;

(v) That the government shall also see the viability of permanent blocking of the websites involved in unethical and illegal activities in the event that such material is again presented on internal;

(vi) That the government shall strive for legislation in this regard on the lines already adopted by other Islamic countries in additional to China;

(vii) That the government shall impart awareness amongst the public through different modes e.g. print and electronic media regarding use and misuse of such like websites; and

(viii) That in case of repetition the government shall sue concerned authorities before the appropriate forums.

21۔ یہاں اس امر کی وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ یہ عدالت ممتاز قادری کیس، پی ایل ڈی ۲۰۱۵ اسلام آباد صفحہ ۸۵ میں یہ قرار دے چکی ہے کہ **کسی بھی شخص کو توہین رسالت کے ملزم کے خلاف ازخود کوئی کارروائی کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہ ہے۔اور قانون کو ہاتھ میں لینے والا قرار واقعی سزا کا مستحق ہے۔**اس بابت تمام قانونی دلائل کی تفصیل مقدمہ متذکرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔تاہم فیصلے کا فقرہ نمبر ۳۵ اہمیت کا حامل ہے۔جو کہ درج ذیل ہے:

(ترجمہ)فرض کریں کہ مقتول نے واقعی جرم زیر دفعہ ۲۹۵ سی تعزیراتِ پاکستان کا ارتکاب کیا تھا۔تو ایسی صورت میں اپیل کنندہ کے پاس مقتول کو منطقی انجام تک پہنچانے کا کیا راستہ تھا؟ کیا اُسے یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ جائے وقوعہ پر خود ہی عدالت لگائے، مقتول سے منسوب بیان کے متعلق استفسار کرے، محض ایک جملے میں بیان کردہ وضاحت کو جانچے، اور بغیر کسی فردِ جرم عائد کیے، بغیر شہادت قلمبند کیے، اُسی موقع پر اپنے تیئں یہ فیصلہ بھی کرلے کہ مقتول واجب القتل ہے اور پھر اُسی لمحے اُسی مقام پر فی الواقعہ اپنے ہاتھوں سے سزا کا نفاذ بھی کرڈالے؟ کوئی معقول انسان مجرم/سائل کے اِس اقدام کا دفاع نہیں کرسکتا۔کیونکہ ہم ایک ایسی ریاست کے باشندے ہیں جو کہ ایک دستور، ایک قانون، ایک ضابطہ اور ایک طریقہ کار کے ماتحت ہے اور ہر باشندہ اس امر کا پابند ہے کہ ریاست کی وضع کردہ حدود کے اندر رہے۔

یہ عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اپنے دفاعی جواب کے ذریعے ملزم/سائل عدالت سے یہ فیصلہ حاصل کرنے کا خواہشمند ہے کہ عدالت اِسلامی قانون کے(سائل کے خود ساختہ)اصولوں کے تحت ملزم کے اقدام کو درست قرار دیتے ہوئے اُس کے حق میں فیصلہ صادر کرے لیکن تکرار کی زحمت کے ساتھ یہ دہرایا جاتا ہے کہ ہم پہلے یہ قرار دے چکے ہیں کہ سائل کا مجرمانہ اقدام توہینِ رسالت کے باب میں اسلامی قانون کے اصولوں کے تحت درست نہ ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سائل خود بھی تذبذب کا شکار ہے کہ آیا اُس کو مقتول کو قتل کرنے کا فعل درست تھا یا نہیں۔

"35. Assuming that, deceased had actually committed the offence punishable under section 295-C PPC than what course was left for appellant to take the deceased to the task. Was he authorized to hold a court at the place of occurrence i.e. Kohsar Market, ask a question to seek explanation from the deceased about the remarks a question to seek explanation from the decased about the remarks allegedly attributed to him, hear the explanation of the deceased in a single sentence, without framing any charge or

recording any evidence then and there declar in his heart that deceased was liable to be murdered and to execute that sentence then and there. No body on earth would dare to execute that sentence then and there. No body on earth would dare to justify this conduct of the appellant as we are living in a State governed by the Constitution, law, rules and regulation and everyone is required to proceed within the limits prescribed by the State. It is observed that through his reply appellant has left it for the determination of the court to seek verdict in his favour that his act be justified under the principles of Islamic law but at the cost of repetition it is observed that we have already held that criminal act of the subject of blasphemy. This reveals that the appellant is himself not certain that his act of committing murder of the deceased was justified."

عدالت عظمیٰ پاکستان نے اسی کیس میں پی ایل ڈی ۲۰۱۶ سپریم کورٹ صفحہ ۱۴۶ میں قانون ہاتھ میں لینے والے کو دہشتگردی کی دفعات کے تحت بھی سزا دی ہے۔

22۔ اس موقع پر اس امر کی وضاحت بھی انتہائی ضروری ہے کہ اس بابت کوئی غلط الزام مسئلے کی سنگینی کے پیش نظر نہ صرف بذات خود توہین رسالت ؐ کا ارتکاب ہے بلکہ کسی معصوم انسانی جان کی حرمت اور تقدس کی صریحاً پامالی ہے۔ ممتاز قادری کیس میں ہم اس مسئلے پر تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں کہ پاکستان کے آئین اور دستور کے مطابق انسانی جان کی حرمت، تقدس اور حفاظت کس درجہ اہمیت کی حامل ہے۔ اور کسی شخص کو آئین و قانون کی روح سے یہ اختیار حاصل نہ ہے کہ وہ قانون کو از خود ہاتھ میں لے اور از خود ریاست بن کر دوسروں کو سزا دیتا پھرے۔ جس طرح کسی معصوم جان پر حملہ ایک جرم ہے بالکل اسی طرح ایک جھوٹے اور غلط الزام کے ذریعے کسی معصوم کی جان کو خطرے میں ڈالنا بھی ایک جرم ہے۔ ہم نے ممتاز قادری کیس پی ایل ڈی ۲۰۱۵ اسلام آباد ۸۵ کے فیصلے میں یہ قرار دیا ہے کہ:

(ترجمہ)"قراردادِ مقاصد کے ذریعے پاکستان کے عوام نے اپنے حقوق ریاست کے سپرد کیے ہیں اور اس امر پر رضامندی ظاہر کی ہے ک وہ دستور کی عائد کردہ حدود و قیود کی پابندی کریں گے۔ اِسلامی جمہوریہ پاکستان کی ریاست کے باشندوں نے دستورِ پاکستان کے نفاذ کے ذریعے ریاست کے ساتھ ایک عمرانی معاہدہ تشکیل دیا ہے۔ جس کے رو سے وہ اپنے ذاتی اختیارات سے ریاست کے حق میں دستبردار

ہوں۔تاکہ ریاست اُن کے تفویض کردہ اس اختیار کو عوام کے نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔دستورِ پاکستان مجریہ ۱۹۷۳ء کے مطابق ریاست کے کسی باشندے کو یہ حق نہ پہنچتا ہے کہ وہ خود قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے اور دوسروں کے حقوق کے بارے میں ازخود فیصلے صادر کرے، یہ صرف اور صرف ریاست اور ریاستی اداروں کا کام ہے کہ وہ افراد اور شہریوں کے مابین اختلافات وتنازعات کا فیصلہ کریں اور یہ یقینی بنائیں کہ اسلامی قانون کے اصولوں کا زندگی کے ہر شعبہ میں نفاذ ہوسکے، چاہے وہ فرد، معاشرہ یا عالمی نوعیت سے متعلق ہوں۔مزید یہ کہ قراردادِ مقاصد میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ ریاست کی عدلیہ مکمل خود مختار ہوگی تاکہ عوام کو انصاف کی فراہمی شفاف اور اُن کی تسلی کے مطابق ہو، جنہوں نے اپنے اختیارات عوامی نمائندوں کو تفویض کیے ہیں۔

دستورِ پاکستان، بطور ریاست کے اساسی قانون، شہریوں کو اور ہر ایسے شخص کو جو کہ فی الوقت پاکستان میں، بنیادی تحفظ اور ضمانتیں مہیا کرتا ہے۔اِس ضمن میں دستور کی دفعہ ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۴الف، ۱۴اور ۲۵ انتہائی اہمیت کی حامل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

دفعہ ۴: افراد کا حق کہ اُن سے قانون وغیرہ کے مطابق سلوک کیا جائے:

۱۔ ہر شہری کا خواہ کہیں بھی ہو اور کسی دوسرے شخص کا جو فی الوقت پاکستان میں ہو، یہ ناقابلِ انتقال حق ہے کہ اسے قانون کا تحفظ حاصل ہو اور اس کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے۔

۲۔ خصوصاً۔۔۔۔۔۔۔(الف) کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے جو کسی شخص کی جان، آزادی جسم، شہرت یا املاک کے لیے مضر ہو، سوائے جبکہ قانون اس کی اجازت دے:

(ب) کسی شخص کو کوئی ایسا کام کرنے میں ممانعت یا مزاحمت نہ ہوگی جو قانوناً ممنوع نہ ہو اور

(ج) کسی شخص کو کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کا کرنا اس کے لیے قانوناً ضروری نہ ہو۔

دفعہ ۵:

مملکت سے وفاداری اور دستور اور قانون کی اطاعت:

۱۔ مملکت سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

۲۔ دستور اور قانون کی اطاعت ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر اس شخص کی جو فی الوقت پاکستان میں ہو اور واجب التعمیل ذمہ داری ہے۔

دفعہ ۹: فرد کی سلامتی، گرفتاری اور نظر ثانی سے تحفظ:

کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جبکہ قانون اس کی اجازت دے۔

دفعہ ۱۰ الف: منصفانہ سماعت کا حق:
اس کے شہری حقوق اور ذمہ داریوں کے تعین یا اس کے خلاف کسی بھی الزام جرم میں ایک شخص منصفانہ سماعت اور جائز عمل کا مستحق ہو گا۔

دفعہ ۱۴: شرفِ انسانی وغیرہ قابل حرمت ہو گا:
۱۔ شرف انسانی اور قانون کے تابع، گھر کی خلوت قابل حرمت ہو گی۔
۲۔ کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہیں دی جائے گی۔

دفعہ ۲۵: شہریوں سے مساوات:
۱۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حقدار ہیں۔
۲۔ جنس کی بناء پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔
۳۔ اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیے مملکت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مانع نہ ہو گا۔

متذکرہ بالا دفعات حقوق کا اصدار، فرائض کا اطلاق اور دستوری ضمانتوں کا اظہار کرتی ہیں۔ دستور میں جس ترتیب کے ساتھ یہ دفعات منضبط کی گئی ہیں وہ ترتیب بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ دفعہ ۴ اور ۵ دستور کے حصہ اول میں مذکور ہیں۔ جبکہ دفعہ نمبر ۸ تا ۲۸ دستور کے حصہ دوم کے باب اول جو کہ بنیادی حقوق سے متعلق ہے، میں درج کی گئی ہیں۔ دفعہ ۴ قانون کی حکمرانی، قانونی تحفظ اور قانون کے مطابق سلوک سے متعلق ہے اور یہ دفعہ اس اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہے کہ اس دفعہ کی رو سے قانون کے مطابق سلوک کی ضمانت ایسے وقت میں بھی دی گئی ہے جب حصہ دوم کے باب اول میں مذکور بنیادی حقوق دستور کے مطابق معطل ہوں۔ ریاست سے وفاداری اور قانون کی اطاعت ہر شہری کا بنیادی فرض اور واجب التعمیل ذمہ داری ہے۔ خواہ وہ کہیں بھی ہو اور یہ ذمہ داری ہر اُس شخص پر بھی عائد ہوتی ہے جو فی الوقت پاکستان میں رہائش پذیر ہو کہ وہ دستور اور قانون کی پابندی کرے۔ دستور کی دفعات پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی یہ عیاں ہوتا ہے کہ قانونی تحفظ کی ضمانت اِک ایسا حق ہے جو بایں طور پر مہیا کیا گیا ہے جو کہ کسی صورت واپس نہیں لیا جا سکتا۔ دستور شہریوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اُس کے وفادار رہیں، اطاعت کریں اور پابندی کریں۔ جس کے بعد ہی بنیادی حقوق جو کہ دفعہ ۸ تا ۲۸ میں درج کیے گئے ہیں، کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔

ہر شہری کے لیے اُس کی سب سے قیمتی متاع اُس کی ''زندگی'' اور ''آزادی'' ہے۔ دفعہ ۹ اِس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ کوئی بھی شخص زندگی اور آزادی جیسی قیمتی نعمتوں سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ سوائے قانونی طریقہ کار کے۔ ہر شخص زندگی کی نعمتوں اور آزادی کے ثمرات سے لطف اندوز ہو سکتا ہے لیکن اُس کے لیے قانون میں عائد کردہ پابندیوں کی اطاعت کرنا ہو گی اور اگر کوئی اُن حدود کو پامال کرے جو آئین میں دی گئی ہیں اور قانون شکنی کا مرتکب ہو تو قانون کے

مطابق یہ ضمانتیں منقطع ہو جائیں گی۔ دستور میں دی گئی ضمانتیں کیسی شاندار اور عظیم ہیں کہ جیسے ہی کوئی شخص اپنے کسی غیر قانونی فعل کے سبب دفعہ ۹ میں دی گئی ضمانت سے محروم ہوتا ہے تو فی الفور دفعہ ۱۰ اور ۱۰ الف میں مہیا کردہ دستوری ضمانتیں اُس کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں اُتر آتی ہیں۔ زندگی اور آزادی چھیننے کا حق کسی فرد یا افراد کے گروہ کو قطعاً حاصل نہ ہے۔"

ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی جان، مال، آبرو، عزت، کاروبار، اور اس کی خاندانی زندگی کا تحفظ کرے۔ کسی ایک فرد کے خلاف ارتکاب جرم سے قانون فوری طور پر حرکت میں آجاتا ہے لیکن جب یہ جرم کسی ایسی ہستی کے خلاف ہو جو ایمان و یقین، عشق و محبت، دنیاوی زندگی میں منبعِ رُشد و ہدایت ہو اور روزِ محشر شفاعت کرنے والی ہو تو ایسا جرم پوری ملت کے خلاف بالعموم اور پاکستانی قوم کے خلاف بالخصوص ایک گھناؤنا فعل اور ناقابل برداشت عمل ہے۔ پاکستانی قوم کی یہ خوبی ہے کہ اس کے اندر جذبہ خیر اور قربانی کا حوصلہ دیگر اقوام سے زیادہ ہے لیکن ایک پہلو ایسا ہے جس پر کسی قیمت، کسی مصلحت، کسی خوف و لالچ میں آئے بغیر مسلمان کے دل میں آقا حضرت محمد ﷺ کی محبت کی لو روشن رہتی ہے جسے وقت کی آندھیاں کبھی بجھا سکی ہیں نہ بجھا سکیں گی۔ اس لیے ریاست کو ایسے جرائم جو محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی عزت، توقیر، مقام، مرتبہ، گھریلو زندگی، نبوی ذمہ داریوں، اور قرآن کریم کے نزول کے حوالے سے ہوں جس سے آپ ﷺ کی تضحیک، توہین، بے عزتی اور مرتبہ کم کرنے کی کوشش ہو، ریاست کو بہت زیادہ ذمہ داری کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔ اور ملک کی غالب اکثریت کے جذبات، ایمان، عقیدت، عشق و لگاؤ کو اہمیت دینا پڑے گی اور چند عناصر کی خوشنودی کے لئے یا بیرونی ممالک کے دباؤ کے تحت کاروائی سے اجتناب یا گریز سنگین صورتحال پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ یہ امر ذمہ داران حکومت کے سامنے تابندہ بن کر رہنا چاہیے کہ اگر اختیارات کے باوجود وہ نبی محترم ﷺ کی شان میں گستاخی اور تضحیک کو برداشت کرتے رہے تو نہ صرف وہ اپنے آپ کو نبی محترم ﷺ کی شفاعت سے محروم پائیں گے بلکہ توہین و تضحیک کرنے والوں کے سہولت کار تصور ہوں گے جو از خود ایک جرم ہے۔

23۔ معاملہ کی حساسیت فوری کاروائی کی متقاضی ہوتی ہے نہ کہ کبوتر کی مانند آنکھیں بند کرنے سے یا معاملہ کو تکنیکی و پیچیدہ قرار دیکر راہِ فرار اختیار کرنے سے۔ بدقسمتی سے کچھ لوگ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے عمل سے زیادہ ردِ عمل پر شور و غوغہ بلند کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی عمل جو کہ قانون کی نظر میں جرم ہے پر بروقت قانونی کارروائی غیر قانونی ردِ عمل کو روک سکتی ہے۔

یہ امر باعث افسوس ہے کہ FIA اور اسلام آباد پولیس نے معاملہ کی حساسیت کی آڑ لیکر اپنی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کی اور اس طرز عمل سے محسن انسانیتؐ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے عناصر کی حوصلہ افزائی ہوئی جس بنا پر پوری اُمت مسلمہ بالعموم اور پاکستانی قوم

بالخصوص، کرب واضطراب کی کیفیت سے دوچار ہوگئی۔ قریب تھا کہ وطن عزیز کے اندر شدید احتجاج کی فضا بنتی، اور ملک ایک سنگین بحران سے دوچار ہوتا عدالت ہذا نے معاملہ کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اور قوم کے ذہنی تناؤ کو بھانپتے ہوئے فوری اقدامات کے احکامات جاری کئے۔ الحمداللہ قوم کا اعلیٰ عدلیہ پر اعتماد بڑھا جسکی وجہ سے پاکستان ایک بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہونے سے محفوظ رہا۔

یہ پہلو انتہائی تکلیف دہ ہے کہ ریاستی ادارے اس پہلو کا ادراک کرنے سے قاصر رہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے، اسکی جغرافیائی سرحدوں کی طرح نظریاتی سرحدیں بھی ہیں جغرافیائی سرحدوں کی پامالی ذمہ دار اداروں کو بے چین اور مضطرب کر دیتی ہے جس سے قوم ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلاء ہو جاتی ہے لیکن ناموسِ رسالت ﷺ جو کہ بجا طور پر وطن عزیز کی نظریاتی سرحد ہے پر تابڑتوڑ حملے نبی مہربان ﷺ کی شان میں گستاخی کی صورت کیے جاتے ہیں تو ریاستی اداروں کی طرف سے عمومی طور بے حسی اور سرد مہری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ جبکہ ملک کا سوادِ اعظم غم وغصہ بے بسی اور ذہنی تناؤ کا شکار ہوتا ہے ایسی ہی کیفیت حضور اکرم ﷺ کے عشق میں سرشار کسی غلام کو قانون ہاتھ میں لینے پر مجبور کر دیتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ حساس معاملہ پر سرعت سے قانون کو حرکت میں لایا جائے اور ذمہ دار عناصر کے خلاف فی الفور کارروائی عمل میں لائی جائے تاکہ مسلمانان پاکستان جن کیلیے حضور اقدس ﷺ کی ذات تمام رشتوں سے محترم ہے کو یقین کامل حاصل ہو سکے کہ گستاخان رسول ﷺ ملکی قانون کے مطابق عمل سے گزارے جائیں گے اور قانون وانصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے عدالتی فیصلہ کے مطابق برتاؤ کے مستحق قرار پائیں گے۔ انسدادِ دہشت گردی ایکٹ مجریہ ۱۹۹۷ کی دفعہ ٦ ذیلی دفعہ ۲ کی شق (ایف) اور (پی) کے مطابق توہینِ رسالت ﷺ کے جرم کو دہشت گردی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لیئے قانون نافذ کرنے والے ادارے مقدمہ کے اندراج کے وقت اس اہم قانونی تقاضے کو مدِ نظر رکھیں ۔

24۔ چند نامور دانشور یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مسلمان اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے لئے کٹ مرنے اور تختہ دار پر چڑھنے کے لیئے کیوں تیار رہتے ہیں۔ مسلمان کو اللہ سُبحانہ وتعٰالی کا تعارف اور اس کی ہستی کے ہونے کی دلیل آپ ﷺ نے دی تو اللہ سُبحانہ وتعٰالی کی ذات کے حوالے سے ایمان ویقین پیدا ہوا اسی طرح قرآن کریم جو مختلف اوقات میں نبی مہربان ﷺ کے قلب اطہر پر وحی کی صورت میں نازل ہوتا تھا۔ اور آپ ﷺ اس کی تلاوت فرما کر صحابہ کرام اجمعینؓ کو سناتے تھے پر اللہ کا کلام ہونے کا یقین اور ایمان اس لئے پیدا ہوا کہ آپ ﷺ نے گواہی دی کہ یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا۔ آج ہم قرآن کریم کو جس کتابی صورت میں دیکھتے ہیں یہ ہرگز اس شکل میں نازل نہیں ہوا تھا۔ اس پہلو پہ غور کرنے سے ناعاقبت اندیش ملحدوں اور کم ظرف دانشوروں کو

جواب مل جانا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی اور قرآن مجید کا الہامی کتاب ہونا نبی آخر الزماں ﷺ کی گواہی کا ثمر ہے۔

ایسے ہی افراد پر مشتمل ایک مخصوص طبقہ کئی دہائیوں سے توہین رسالتؐ کے قانون پر برانگیختہ ہے اور قانون پر اعتراضات اٹھاتے ہوئے ایک دلیل پیش کرتا ہے کہ اس قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قانون کو ختم کردینا چاہیے۔ یہاں قابل غور امر یہ کہ کیا کسی قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کا صحیح استعمال بھی روک دینا چاہیے یا غلط استعمال کے اسباب کو دور کرنا چاہیے! یقیناً ایک عام فہم آدمی بھی یہ رائے ہی قائم کرے گا کہ غلط استعمال کے اسباب دور ہونے چاہئیں نہ کہ قانون۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی بھی مسلم یا غیر مسلم کو توہین رسالتؐ کے جرم کے ارتکاب پر سزائے موت پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

پاکستانی معاشرہ کی ساخت اس نوعیت کی ہے کہ یہاں خاندانی دشمنیاں کئی نسلوں تک چلتی ہیں اور قتل اور بدلہ ایک عمومی کارروائی تصور ہوتی ہے اور اگر معاملہ قانونی کارروائی کی طرف جائے تو بے گناہ افراد کو بھی مقدمہ میں ملوث کرنا لازمی شرط ہے۔ یہ عمل صدیوں سے جاری ہے لیکن قانون کے اس غلط استعمال پر کبھی کوئی نوحہ کناں نہ ہوا اور نہ ہی معترض، محض قانونِ توہین رسالتؐ پر تنقید اور ہرزہ سرائی نیک نیتی کو ظاہر نہیں کرتا۔ عدالت اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ بعض عناصر اپنے ذاتی مذموم مقاصد کے حصول کے لئے اور اپنے مخالف کو عامتہ الناس کے غصے اور غضب کا نشانہ بنوانے اور قانون کے شکنجے میں پھانسنے کے لئے توہین رسالتؐ کا جھوٹا الزام بھی عائد کر دیتے ہیں۔ اس سے ملزم اور اس کا خاندان نفرت کی علامت، لائقِ معاشرتی قطع تعلق اور قانونی کاروائی کے تحت واجب سزا تصور ہوتا ہے گو ایسے واقعات بہت ہی محدود تعداد میں ہیں لیکن توہین رسالتؐ کا جھوٹا الزام لگانا کسی جرم کی غلط اطلاع دینے اور دفعہ 182 ضابطہ فوجداری کے تحت سزاوار عمل نہیں ہے بلکہ یہ از خود ایک سنگین جرم ہے جو کہ الزام لگانے والا کسی بے گناہ فرد سے توہین رسالتؐ کے الفاظ، حرکات یا عمل منسوب کر کے، کم از کم خود اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس لئے غلط استعمال روکنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ توہین رسالتؐ کا لگایا گیا الزام غلط ثابت ہونے پر الزام لگانے والے کو وہ سزا دی جائے جو کہ توہین رسالتؐ کے قانون کی صورت میں موجود ہے۔ اس لئے یہ معاملہ مقننہ کے پاس لیکر جانا ضروری ہے تاکہ ضروری قانون سازی کی جاسکے۔

25۔ عدالت پوری یکسوئی سے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ریاستی اداروں کے ذمہ داروں کو حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر کیساتھ پاکستانی قوم کی وابستگی اور عشق و محبت کی گہرائی کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ حضور شفیع المسلمین والمرسلین ہیں اُنکی ذات پر حملے یا انکی شان میں گستاخی متقی و پرہیز گار و دُنیادار و گناہ گار کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ بے علم و بے عمل مسلمان بھی اتنا شعور بہر

حال ضرور رکھتا ہے کہ روزِ محشر جب خونی رشتے اجنبی بن جائیں گے دوست احباب کنارہ کش ہو جائیں گے اور مال واسباب حیثیت کھو بیٹھیں گے تو اس کیفیّت میں اللہ کریم سے گناہوں کی مُعافی کیلئے آپ ﷺ ہی شفاعت فرمائیں گے۔ اس لیے یہ مذہبی جنوں کا معاملہ نہیں بلکہ ایمان کی پونجی جو اُخروی زندگی کیلے کامیابی کا واحد حوالہ ہے، جسے کوئی مسلمان چاہے اس کے روز و شب، مطلوب مسلمان جیسے نہ بھی ہوں تب بھی آپ ﷺ کیساتھ عشق کی حرارت میں صاحبانِ عمل سے پیچھے نہیں رہتا اور اس کو سرمایہ حیات سمجھتا ہے۔ ریاستی اداروں کو ایسے مقدمات میں اس امر کا بھی ادراک کرنا چاہیے کہ اطلاع کردہ وقوعہ دو متحارب گروپوں یا افراد کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ گستاخی رسول ﷺ کا جرم خیبر سے کراچی تک پوری قوم کے جذبات کو مجروح کرنے اور اضطراب پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ قانونی کاروائی میں تاخیر لازمی طور پر قانون شکنی اور امنِ عامہ کا مسئلہ پیدا کرتی ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو قطعاً یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اس بابت فیصلہ کریں کہ کون سا قانون ٹھیک ہے اور کونسا نہیں۔ قانون کی کتب میں درج ہر قانون زندہ اور لائق نفاذ ہوتا ہے جب تک کہ پارلیمان اس بابت کوئی تحرک نہ کرے یا اعلیٰ عدالتیں اسے بنیادی حقوق اور اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیکر کالعدم قرار نہ دے دیں۔ سیاسی یا مذہبی مباحث سے قطع نظر قانون کا نفاذ اُسکی صحیح روح کیساتھ متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے۔

ایک عامی مسلمان محسن انسانیت ﷺ کے بارے میں کیا جذبات رکھتا ہے اور اپنی امیدوں کا مرکز و محور کیسے سمجھتا ہے کی عکاسی جناب مظفر وارثی (مرحوم) نے اپنی زیرِ نظر نعت میں پیش کی ہے جو بجا طور پر ہر مسلمان کی قلبی کیفیت کی عکاس ہے۔

میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے

سیاہیاں مجھ میں داغ مجھ میں   جلیں اُسی کے چراغ مجھ میں
اثاثۂ قلب وجاں وہی ہے   میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے
میرے گناہوں پہ اُس کا پردہ   وہ میرا اِمروز میرا فردا
ضمیر پر حاشیے اُسی کے   شعور بھی اُس کا وضع کردہ
وہ میرا ایماں میرا تیقن   وہ میرا پیمانۂ تمدّن
وہ میرا معیار زندگی ہے   میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے
وہ میری منزل بھی ہمسفر بھی   وہ سامنے بھی پسِ نظر بھی
وہ ہی مجھے دور سے پُکارے   اُسی کی پر چھائی روح پر بھی
وہ رنگ میرا میں اُس کی خوشبو   میں اُسی کی مُٹھی کا ایک جگنو
وہ میرے اندر کی روشنی ہے   میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے
اسی کا غم مجھ کو ساتھ رکھے   وہ ہی میرے دل پہ ہاتھ رکھے
وہ درد بھی ہے سکون بھی ہے   میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے
ازل کے چہرے پہ نور اُس کا   ظہور عالم ظہور اُس کا

اُسی کے قدموں میں راہ میری — اُسی کی پیاسی ہے چاہ میری
اُسی کی مجرم میری خطائیں — اُسی کی رحمت گواہ میری
خُود اس کی آواز گُفتۂ حق — خُود اس کی تنہائی طور اس کا
بہت سے عالی جناب آئے — خدا کے بعد اس کا نام آئے
وہ اولیٰ ہے وہ آخری ہے — میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے
نہ مجھ سے بارِ عمل اُٹھے گا — نہ عذب ہی کوئی ساتھ دے
اگر کہے گا تو روز محشر — خُدا سے میرا نبیؐ کہے گا
سیاہیاں داغ صاف کر دے — اسے بھی مولا مُعاف کر دے
یہ میرا عاشق ہے وارثی ہے — میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ عدالت کی طرف سے بیدار کرنے اور توجہ دلانے پر حکومتی اداروں بالخصوص وزارتِ داخلہ نے مسٔلہ کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے مختلف اقدامات اٹھائے جن میں سے ایک فیس بک انتظامیہ سے رابطہ کرنا بھی شامل ہے۔ چونکہ یہ گھناؤنا فعل ایک سازش کے تحت مسلسل جاری ہے اس لیے وزارتِ داخلہ اور دیگر متعلقہ اداروں کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ فیس بک انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کر کے اس شر انگیزی کا مکمل خاتمہ کرائے اور یہ مطالبہ کرے کہ توہینِ اللہ رب العزت، توہینِ رسالت ﷺ، توہینِ امہات المومنینؓ، توہینِ اہل بیت اطہارؓ، توہینِ صحابہ کرامؓ، اور توہینِ قرآن پاک کی ناپاک جسارت کرنے والے صفحات کو نہ صرف بند کیا جائے بلکہ فیس بک انتظامیہ سے ایسے مواد کو اپنی منفی فہرست میں شامل کرے۔ پاکستان سے فیس بک انتظامیہ کو کثیر آمدن حاصل ہوتی ہے اس لیے یہ پہلو بھی اجاگر کیا جانا ضروری ہے کہ اگر یہ مکروہ فعل اور ناپاک دھندہ نہ رُکا تو پاکستان میں عوام سوشل میڈیا بشمول فیس بک کا بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں اور مستقل پابندی بھی لگائی جا سکتی ہے۔ اس فتنہ گیری اور شر انگیزی کے خلاف ریاست کو مستقل بنیادوں پر ایک دیوار **(Fire Wall)** کھڑی کرنے کی ضرورت ہے اور ایک ایسا ادارہ تشکیل پانا چاہیے جس میں ملک کی نظریاتی، جغرافیائی، اور انتظامی امور سے متعلق افراد شامل ہوں جو ہمہ وقت اس طرح کی تخریبی کاروائیوں کی بیخ کنی کریں اور تخریبی عمل میں شریک عناصر کو قانون کے مطابق برتاؤ کے لئے متعلقہ عدالتوں کے حوالے کریں تاکے قانون کی منشاء کے مطابق ان کی سزا و جزا کا فیصلہ آسکے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توفیق اور نبی کریم ﷺ کی ناموس کی برکت سے تمام فاضل وکلاء نے اس مقدمہ کے دوران بھرپور معاونت کی۔ میں ذاتی طور پر ان کا نہ صرف مشکور ہوں بلکہ دعا گو ہوں کہ روزِ محشر نبی محترم ﷺ کی شفاعت کے حقدار ٹھہریں۔ اسی طرح تمام سرکاری افسران جو مختلف اداروں سے تعلق رکھتے ہیں، کے جذبات اور تعاون کو سراہتے ہوئے ان کے لیے دنیا و اخرت کی ابدی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔ گو کہ تمام وکلاء جو اس مقدمے میں پیش ہوئے کا تعاون اور

رہنمائی مثالی رہی لیکن چند نام ایسے ہیں جن کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ نہ کرنا غیر مناسب ہوگا ان میں جناب ارشد محمود کیانی ڈپٹی اٹارنی جنرل، جناب افتخار احمد بشیر ایڈووکیٹ اور جناب عمران شفیق ایڈووکیٹ شامل ہیں جنہوں نے ہمہ وقت کاوش اور انتھک محنت سے عدالت کی طرف سے لگائی جانے والی ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا کیا جس سے فیصلہ ہٰذا کی تحریر میں بے حد سہولت اور مدد حاصل ہوئی۔ اللہ ان فاضل دوستوں کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

26۔ اس فیصلے کے اختتام پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ موجودہ دور میں گستاخی کی جو ناپاک جسارت سوشل میڈیا پر کی جارہی ہے وہ تمام اہل اسلام کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے اور اسی مقصد کے تحت ملک کو فتنہ فساد اور خانہ جنگی سے بچانے کے لئے عدالت نے توہین رسالت کے مسئلے پر فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ **مصدرہ پی ایل ڈی ۱۹۹۰ فیڈرل شریعت کورٹ صفحہ نمبر ۱۰** میں واضح کردہ قانون توہین رسالت پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے اپنے اختیار کو استعمال کیا ہے۔ جہاں تک دلی کیفیت کا تعلق ہے تو اس کا اظہار اس سے بہتر ممکن نہیں جو کہ تقریباً اسی طرح کے حالات میں امام ابن تیمیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الصارم المسلول کے دیباچہ میں ذکر کئے ہیں:

"ایک حادثہ و سانحہ (جو ہمارے عصر و عہد میں) رونما ہوا اس کا تقاضا تھا کہ رسول ﷺ کا جو حق ہم پر واجب ہے (استطاعت بشری کی حد تک) اُس میں سے جس قدر ممکن ہو ادا کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر، نصرت و حمایت، ہر موقع و مقام پر آپ ﷺ کو اپنے نفس و مال پر ترجیح دینا اور ہر موذی سے آپ ﷺ کی رعایت و نگہداشت اللہ تعالیٰ نے ہم پر واجب ٹھہرائی ہے، اگرچہ ذات ربانی نے اپنے رسول کو مخلوقات کی امداد سے بے نیاز کر دیا ہے، تاہم ایک دوسرے کو آزمانے اور رسولوں کی مدد کرنے والوں کو نہ مدد کرنے والوں سے ممتاز کرنے کے لیے ہم پر اسے واجب کیا ہے تاکہ بندوں کو اُن کے اعمال کا صلہ اسی طرح دیا جائے جس طرح اُس نے پہلے سے لوح محفوظ میں رقم کر دیا ہے۔ ہمارے درد کا یہ المناک سانحہ اس امر کا موجب و محرک ہوا کہ میں نبی ﷺ کی توہین و تحقیر کرنے والے کے لیے جو سزا مقرر ہے اُس کو ضبطِ تحریر میں لاؤں، خواہ اس کا ارتکاب کرنے والا مسلم کہلاتا ہے یا کافر، نیز اس کے تمام متعلقات و توابع کو شرعی احکام و دلائل کی روشنی میں بیان کروں۔ اور وہ ذکر و بیان اس قابل ہو کہ اس پر بھروسہ کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ علماء کے اقوال کا تذکرہ کروں جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں اور ان کے اسباب و علل بھی ذکر کروں۔ باقی رہی وہ سزا جو عالمِ آخرت میں اللہ نے اس کی مقرر کی ہے تو میں اس کی تفصیل میں نہ جاؤں گا، اس لیے کہ یہاں اُس حکم شرعی کا اظہار و بیان مقصود ہے جس کے مطابق مفتی فتویٰ دے سکے اور قاضی

فیصلہ صادر کر سکے۔ اور اُمت اور اس کے حکمرانوں دونوں پر اس کی تعمیل بقدرِ استطاعتِ واجب ہے۔ اللہ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے"

میں نہ زاہد، نہ مجاہد، نہ مفسر، نہ حکیم
میری دولت دلِ شرمندہء عصیاں ہی سہی
کوئی نسبت تو ہوئی رحمت عالم ؐ سے مجھے
آخری صف کا میں اَدنیٰ سا مسلماں ہی سہی
یورش کُفر سے زخمی سہی جذبے میرے
ایک کمزور سا، مظلوم سا ایماں ہی سہی
یہ بہت ہے کہ جلے اس میں تری شمع خیال
زندگی اپنی بس اِک خانہ ء ویراں ہی سہی
اُسے کیا غم، جسے ہو درد محبت حاصل
چشمِ دُنیا میں وہ اِک سوختہ ساماں ہی سہی

فیصلہ ہٰذا کی نقول تمام متعلقہ اداروں کو روانہ کی جائیں اور دی گئی ہدایات پر عمل درآمد کی رپورٹ اندر تیس یوم طلب کی جائے۔

(شوکت عزیز صدیقی)
جج

* ذوالقرنین شاہ*

اشاعت کے لیے منظور

Uploaded By: Zulqarnain Shah